علم معاشیات کے ارتقاء میں مسلمانوں کا کردار

تحریر: منور حسین چیمہ، اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ اسلامیہ کالج سمبڑیال (سیالکوٹ)

جدید دور میں انسان کی دنیوی زندگی میں معاشیات کو جو اہمیت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ تاریخ کے ہر دور میں یہ علم ارتقاء پذیر رہا ہے۔ مختلف مصنفین اپنی کتب میں مختلف موضوعات مثلاً زراعت، تجارت، صنعت و حرفت اشیاء کے مبادلے، زر کے استعمال اور دیگر معاشی امور سے متعلق بحثیں کرتے رہے ہیں۔ اور اب یہ مباحث ایک مرتب اور منضبط علم کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

دور حاضر میں اس علم کی تعلیم و تدریس کا انتظام تقریباً ہر ملک کے تعلیمی اداروں میں ہے۔ اسی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے یورپ میں معاشی تجزیہ (Economic Analysis) کی تاریخ پر کئی کتب تحریر کی گئیں۔ آج ہمارے کتب خانوں میں معاشی نظریات کی تاریخ پر ("History of Economic Thought" اور "History of Economic Analysis") کے نام سے درجنوں کتب ملتی ہیں۔ ان میں مؤرخین نے جدید دور سے پہلے کے زمانہ کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ قدیم مشرقی دور (The ancient oriental age)

۲۔ یونانی دور (The greek age)

۳۔ رومن دور (The Roman age)

۴۔ قرون مظلمہ کا عیسائی دور (The christian medieval age)

یہ کس قدر حیرت آفریں بات ہے کہ تمام مؤرخین معاشی فکر کی تاریخ مرتب کرتے وقت یونانی فلاسفہ افلاطون (Plato) (م ۳۴۷ ق۔ م) اور ارسطو (Aristotle) (م ۳۲۲ ق۔ م) سے آغاز کرتے ہوئے دور حاضر تک کے ماہرین معاشیات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ لیکن مسلم مفکرین کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے (۱)

۶۲۵ء تا ۱۵۵۰ء کے زمانہ کو انہوں نے تاریک دور "Dark Age" قرار دیا ہے۔ جوزف اے شمپیٹر (Joseph A. Shumpeter) نے اپنی کتاب "

"History of Economic Analysis" میں یونانی، رومی معاشیات پر بحث کرنے کے بعد دوسرے باب میں "The Great Gap" کے عنوان کے تحت یہ لکھا ہے:

So far as our subject is concerned we may safely leap over 500 years To The epoch of ST. Thomas Aquinas (1225 - 74), whose summa theologic a is in the history of thought what the south western spire of the cathedral of chartres is in the history of architecture.(2)

"جہاں تک ہمارے موضوع کا تعلق ہے، ہم باسانی سینٹ ٹامس اکوئی ناس(۱۲۲۵-۷۴ء) ۵۰۰ سال کے زمانے تک بیک جست پہنچ سکتے ہیں۔ جس کی جامع لاہوتی تحریر تاریخ فکر میں وہی مقام رکھتی ہے جو چارتری کے کلیسا کے جنوب مغربی منار کا فن تعمیر کی تاریخ میں ہے"

شیمپیٹر(Schumpeter) کے اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پانچ سو سال تک تحریری یا عملی شکل میں معاشیات پر کوئی کام نہیں ہوا۔ اور پھر اسی کی پیروی کرتے ہوئے دیگر مؤرخین نے بھی مسلم علماء کو قابل التفات نہیں سمجھا۔

راقم الحروف کے نزدیک معاشی تجزیہ کی تاریخ میں مسلم ماہرین معاشیات کو نظر انداز کرنے کے تین بڑے اسباب ہیں۔

(الف) پہلا اور بنیادی سبب تو وہ تعصب اور عناد ہے جو یورپ کو اسلام سے ہر دور میں رہا ہے۔

(ب) دوسرا سبب یہ ہے کہ مغرب میں مختلف علوم کا ارتقاء ایک مخصوص ماحول میں ہوا ہے۔ اس کے نتیجہ میں مغربی علماء مسلمانوں کے معاشی افکار و نظریات سے آگاہی حاصل نہ کرسکے(۳)

(ج) خود مسلمان مصنفین نے بھی اپنے اسلاف کے معاشی فکر اور مسلم علماء و مفکرین کے یہاں معاشی تجزیے کی تاریخ مرتب کرنے کی کوشش نہیں کی(۴)

حقیقت یہ ہے کہ مغربی مؤرخین معاشیات نے معاشی فکر کی تاریخ کی جو تقسیم کی ہے وہ نامکمل ہے۔ کیونکہ اس طرح مسلمانوں یا عربوں کا تقریباً ایک ہزار سال کا طویل دور حذف کردیا گیا ہے۔ انہوں نے جس تاریک دور (Dark Age) کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یورپ

کی تاریخ پر تو منطبق ہوسکتا ہے(۵) لیکن اسے مسلمانوں کی تاریخ پر کسی طرح بھی چسپاں نہیں کیاجاسکتا۔ بلکہ یہ تو مسلمانوں کی تاریخ کا وہ دور ہے جو تعلیمی، معاشرتی، تہذیبی اور معاشی لحاظ سے دنیا کی سب قوموں سے اعلیٰ تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی عظیم سلطنت تھی جو یورپ اور افریقہ کے مغربی ساحلوں اور ایشیاء کے جنوب مشرقی ساحلوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ مسلمان قوم زندگی کے ہر میدان میں ترقی کی اعلیٰ منازل طے کر رہی تھی۔ ایک عام قاری بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتا کہ مغربی تہذیب سے پہلے جس عظیم قوم نے کئی سو سال دنیا کے ایک بڑے حصے پر حکومت کی ہو اور جس کے علمی کاموں سے آج یورپ بھی استفادہ کررہا ہے۔ اس نے معاشی فکرو تجزیے کے باب میں کوئی قابل ذکر کام نہ کیا ہوگا(۶) اے گلیوم (A - Guillaume) کہتا ہے:

At the height of Abbasid power their subjects enjoyed a period of unexampled economic prosperity. Trade by land and sea was developed by an amazing degree., agriculture and irrigation were developed and arts and sciences were cultivated as never before(7)

"عباسیہ کے زمانہ عروج میں ان کی رعایا عدیم المثال قسم کی خوشحالی سے بہرہ ور ہوئی۔ خشکی اور سمندر کے راستوں سے تجارت نے حیران کن حد تک ترقی کی۔ زراعت، آب پاشی، فنون لطیفہ اور سائنس کی مختلف شاخوں نے اس قدر ترقی کی کہ اس سے قبل ان علوم میں ایسی ترقی نہ ہوئی تھی۔

معاشی تجزیہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ ان قوتوں اور ان انسانی اعمال ورجحانات کا پتہ چلایاجائے جس کے تعامل کے نتیجے میں سطح زندگی پر نمایاں معاشی مظاہر وجود میں آتے ہیں یا ان اثرات ونتائج کی نشاندہی کی جائے جو کسی معاشی عمل یا اقدام سے متعلقہ افراد یا اداروں پر مرتب ہوتے ہیں۔ تجزیہ کا اطلاق اسباب وعوامل کی دریافت پر بھی ہوتا ہے اور اثرات ونتائج کی تحقیق پر بھی۔ معاشی تجزیہ پیچیدہ اور مرکب معاشی امور کے پیچھے کام کرنے والی سادہ اور مفرد قوتوں کو دریافت کرتا ہے یا معاشی اعمال کے پیچیدہ اثرات کے مختلف اجزاء کو ایک دوسرے سے الگ کرکے دکھلاتا ہے۔ قیمتوں کے تعین کو طلب ورسد کے تعامل کا نتیجہ قرار دینا۔ پھر طلب کی تعیین کرنے والے عوامل۔ افراد کے ذوق اور ان کی ترجیحات،

ان کی آمدنی وغیرہ کی نشاندہی کرنا معاشی تجزیے کی ایک مثال ہے۔ اس طرح کسی محصول کا تجزیہ یہ متعین کرے گا کہ اس کے اثرات محصول ادا کرنے والوں پر کیا پڑتے ہیں۔ اور اس سے وصول کرنے والوں کو کیا حاصل ہوتا ہے۔ ان اثرات اور اس حاصل کا محصول کی نوعیت، اس کی شرح یا طریق تحصیل سے کیا تعلق ہے اور ان میں کوئی ترمیم ان اثرات و نتائج کو کس طرح متاثر کر سکتی ہے۔

معاشی فکر کا دائرہ زیادہ وسیع ہے۔ اس سے مراد وہ تمام افکار و خیالات ہیں جو معاشی امور سے متعلق ہوں۔ معاشی مسائل کے حل کیلئے کئے جانے والے اقدامات، اور معاشی بہبود کیلئے پیش کی جانے والی تجاویز اس کے دائرے میں شامل ہیں۔ اور وہ تمام امور و مباحث جن کا مطالعہ موجودہ علماء معاشیات معاشی پالیسی (Economic policy) کے عنوان کے تحت کرتے ہیں۔ کسی معاشی مظہر کے پسندیدہ یا ناپسندیدہ ہونے یا کسی معاشی نتیجے کے مطلوب یا غیر مطلوب ہونے کی بابت ظاہر کئے جانے والے خیالات بھی معاشی فکر کے ترجمان ہوتے ہیں------ معاشی افکار کے مطالعہ سے ان کے پیچھے کام کرنے والے تجزیاتی بصیرت کا باسانی پتہ لگایا جاسکتا ہے (۸)

ایک ماہر معاشیات جب کسی ٹیکس کے بارے میں یہ رائے دیتا ہے کہ یہ کیوں ضروری ہے؟ اس کے فوائد کیا ہیں اور اس کے اثرات ٹیکس دہندگان پر کیا پڑتے ہیں؟ کون سے ٹیکس عوام پر محض بوجھ ہیں اور ان کے کیا نقصانات ہیں؟ تو اس سے اس کی تجزیاتی بصیرت نکھر کر سامنے آتی ہے۔ ماہر معاشیات کا فریضہ ہے کہ ملک جن معاشی مسائل سے دوچار ہو ان کی نشاندہی کرے اور ان کے حل کیلئے تجاویز بھی پیش کرے۔

معاشی فلاح و بہبود کیوں ضروری ہے؟ وہ کون سی بنیادیں ہیں جن پر معاشی ترقی استوار ہوتی ہے اور اس کے حصول کے کیا طریقے ہیں؟ ان سب امور کے بارے میں حکومت کو مکمل راہنمائی دینا بھی ماہر معاشیات ہی کی ذمہ داری ہے۔

اس حوالے سے جب ہم اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ یورپی مؤرخین نے جس دور کو معاشی فکر و تجزیہ کی تاریخ میں ایک خلا قرار دیا ہے اس میں مسلم علماء، فقہاء اور مفسرین نے مختلف معاشی موضوعات پر فلاسفۂ یونان، افلاطون (م ۳۴۷ق۔م) اور ارسطو (م ۳۲۲ق۔م) سے بڑھ کر بحثیں کی ہیں۔ امام ابو حنیفہ النعمان

بن ثابتؒ (م ۱۵۰ھ/۷۶۷ء) امام مالک بن انسؓ (م ۱۷۹ھ/۷۹۵ء)، امام محمد بن ادریس، الشافعیؒ (م ۲۰۴ھ/۸۲۰ء) امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ/۸۵۵ء) ایسے مسلم فقہاء کی آراء سے ان کے معاشی فکر (Economic Thinking) اور تجزیاتی رسائی (Analytical approach) کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی ابتدائی دو صدیوں میں جبکہ یونانی فلاسفہ کی کتابیں ابھی عربی زبان میں منتقل نہیں ہوئی تھیں، اسلامی دنیا میں درج ذیل معاشی موضوعات ترقی پا چکے تھے۔

حکومت کی ٹیکسیشن پالیسی (Taxation policy of government)

پیداوار بڑھانے اور ارتکاز دولت کی حوصلہ شکنی کے لئے ٹیکسوں کا استعمال (Use of Taxation as a Tool to encourage production and dis courage accumulation of wealth.

ٹیکسوں کی شرحیں (Rates of Taxes)

سرکاری مصارف (Government expenditure)

نظام زر کے متعلق پالیسی اور ادارے (Monetary policy and institutions)

ہنڈی اور اس کی دستاویزات (Credit and credit instrument)

قیمت کا تعین اور قیمت کی پالیسی (Price determination and pricepolicy)

گورنمنٹ بجٹ (Government budgets)

گورنمنٹ بجٹ کے توازن کے طریقے (Methods of balancing government budget)

تجارت اور کامرس (Trade and commerce)

تجارتی مال کا مبادلہ (Commodity exchange)

پیداواری استعداد (Productive capacity)

احیاء موات (Cultivation of virgin Land)

مزارعت (Partnership to cultivate land)

مساقات (Partnership to cultivate trees)

زرعی اصلاحات (Agrarian reforms)

شرکت (Partnership)

اراضی کی مختلف اقسام (Different kinds of land)

زرعی ملکیت (agricultural ownership)

بیت المال (Public Treasury)

منڈی کے قواعد (Market regulations)

ذخیرہ اندوزی (Hoarding)

منافع (Profit)

سود (Interest)

سودخواری (Usury)

حوالہ (Transfer of debt)

نفقہ (Maintenance)

میراث (Heritage)

اجارہ (Rent)

رسد اور طلب (Supply and Demand)

معاشی حاجات (Economic needs)

ظلم واستبداد کے معاشی نتائج (Economic consequences ofoppression)

عدل کے معاشی نتائج (Economic consequences of Justice)

حسابات کی جانچ پڑتال اور بچت (Checking and saving accounts)

وہ کتب جن میں مسلم علماء نے معاشی امور سے بحث کی ہے۔ ان کو ہم درج ذیل اقسام میں تقسیم کرسکتے ہیں:

(۱) مختلف مفسرین کی کتب مثلاً ابوجعفر محمد بن جریرالطبری (م۳۱۰ھ/۹۲۳ء)کی تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن. فخر الدین الرازی (م۶۰۶ھ/۱۲۱۰ء)کی، تفسیر" التفسیر الکبیر"

(۲) فقہی تالیفات، مثلا ابوبکراحمد بن علی الجصاص (م۳۷۰ھ/۹۸۱ء)کی" احکام القرآن" ابومحمد علی بن احمد ابن حزم(م۴۵۶ھ/۱۰۶۴ء) کی کتاب"المحلی"

(۳) مسلم فلاسفہ کی کتابیں مثلاً ابونصرمحمد الفارابی (م۳۳۹ھ/۹۵۰ء) کی کتاب " السیاسۃ المدینۃ"

(۴) تاریخ کے موضوع پر تصانیف مثلاً عبدالرحمن بن محمد ابن خلدون(م۸۰۸ھ/۱۴۰۶ء)کی کتاب "مقدمہ"
(۵) اخلاقیات کے موضوع پر کتب مثلاً ابوحامد محمد بن محمد الغزالی(م۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء)کی کتاب " احیاء علوم الدین" اور کیمیائے سعادت .
اسی طرح محمد بن حسن طوسی (م۶۷۳ھ/۱۲۷۴ء)کی کتاب "اخلاق ناصری"
(۶) وہ کتب جو جغرافیہ کے موضوع پر تحریر کی گئیں. مثلاً احمد بن عمر، ابن رستہ(م۲۹۰ھ/۹۰۳ء) کی کتاب الاعلاق النفیسة" ابوالقاسم محمد بن علی ابن حوقل(م بعد۳۶۷ھ/۹۷۷ء)کی تصنیف کتاب صورة الارض" ابوعبداللہ محمد بن ابی طالب ، شیخ الربوة(م۷۲۷ھ/۱۳۲۷ء)کی کتاب نخبة الدهر فی عجائب البروالبحر"
(۷) مسلم علماء کی وہ کتب جو تاریخ کے مختلف ادوار میں سرکاری محکموں میں کام کرنےوالے منشیوں کیلئے دستور العمل کا کام دیتی رہیں. مثلاً ابوبکر احمد بن یحی(م۳۳۵ھ/۹۴۶ء) کی کتاب ادب الکتاب" ابوالعباس احمد بن علی القلقشندی (م۸۲۱ھ/ ۱۴۱۹ء) کی تصنیف کتاب صبح الاعشی فی صناعة الانشاء"
(۸) مختلف سفرنامے. مثلاً محمد بن احمد، ابن جبیر(م۶۱۴ھ/ ۱۲۱۷ء)کی کتاب "رحلة ابن جبیر. محمد بن عبداللہ ، ابن بطوطة (م۷۷۷ھ/۱۳۷۷ء) کی کتاب رحلة ابن بطوطة المسماة تحفة النظار فی غرائب الامصار وعجائب الاسفار.
(۹) وہ کتب جو مسلم علماء نے حکمرانوں کی راہنمائی کیلے تحریر کرکے انہیں پیش کیں. مثلاً عبدالرحمن بن نصر، الشیزری(م۵۸۹ھ/۱۱۹۲ء)کی کتاب " النهج السلوک فی سیاسة الملوک(۹)

ان کتب کے علاوہ کچھ تصانیف وہ ہیں جو خالص معاشی موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ اور مسلم علماء نے یہ کتب اس دور میں تحریر کی ہیں جس کو مؤرخین معاشیات تاریک دور (Dark age)قرار دیتے ہیں۔ یہاں ان کتب کا مختصر تعارف پیش کیاجاتا ہے۔

مصنف	نام کتاب	اہم موضوعات	مقام اور سن اشاعت
ابویوسف یعقوب بن ابراہیم (م۱۸۲ھ/۷۹۸ء)	کتاب الخراج	(۱)اسلامی حکومت کے ذرائع آمدن (۲)بیت المال کے مصارف (۳)اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریاں	بولاق.۱۳۰۲ھ
محمد بن الحسن الشیبانی	الاکتساب فی الرزق المستطاب	(۱)کسب کی اقسام	دمشق ، مطبعة لانوار ۱۹۳۸ء)

		غنی معاشی ترقی کی اقسام معاشی حاجات زراعت اورتجارت کی ترغیب زرعی آلات رزق حاصل کرنے کی ترغیب	(تقدیم وتحقیق محمد عرنوس)
یحییٰ بن آدم القرشی	کتاب الخراج	اسلامی حکومت کے ذرائع آمدن اراضی کی اقسام اور ان کے احکام تجارت اور زراعت	لاہور.المکتبة العلمیة. ۱۳۹۵ھ (تحقیق .ابوالاشبال احمد محمد شاکر)
ابوعبیدالقاسم القاسم بن سلام (م۲۲۴ھ/۸۳۸ء)	کتاب الاموال	ذرائع آمدن اور مصارف ناپ تول کے پیمانوں، مثلاً صاع، رطل وغیرہ کی تحقیق مشترکہ ملکیت	سانگلہ ہل، المکتبة الاثریة (تصحیح وتعلیق محمد حامد الفقی)
حمیدبن مخلد ابن زنجویة (م۲۵۱ھ/۸۶۵ء)	کتاب الاموال	اسلامی حکومت کے ذرائع آمدن مصارف اراضی کی اقسام سود اوقاف عدل اجتماعی	.الریاض،المرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیة/۱۴۰۶ھ (تحقیق :الدکتور شاکر ذیب فیاض)
ابوزکریا یحییٰ بن عمرالکنانی (م۲۸۹ھ/۹۰۲ء)	کتاب النظر والاحکام فی جمیع ا حو ال السوق	اوزان اور پیمانوں کی تحقیق اقتصادی آزادی اقتصادی ترقی کی بنیادتقوی ہے قیمتوں کا تعین کس طرح ہوتاہے ؟ ذخیرہ اندوزی کا مفہوم، اسباب اور نقصانات تجارت کی اقسام زرعی اجناس کی خریدوفروخت معاشی قوانین (یہ عالم اسلام کی پہلی کتاب ہے جو بازاروں اور افراد کے معاملات کے بارے میں بحث کرتی ہے)	تونس.الشرکة التونسیة للتوزیع، طبع۱۹۷۵ء (تحقیق : حسن حسینی عبدالوہاب)

ابوبکراحمدبن محمد بن ہارون الخلال (م۳۱۲ھ/۹۲۳ء)	الحث علی التجارة والصناعة والعمل	تجارت اور بازار تجارت کس طرح حصول معیشت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ مال اور اس کے فوائد محنت کی اہمیت	الریاض. دارالعاصمة طبع ۱۴۰۷ھ
قدامة بن جعفر الکاتب (م۳۳۷ھ/۹۴۸ء)	نبذ من کتاب الخراج وصنعة الکتابة	ذرائع آمدن ملکی سکے سواد عراق کے مختلف علاقوں سے حاصل ہونے والی آمدنیوں کا گوشوارہ حجاج بن یوسف اور مامون الرشیدکے دور میں عراق میں مختلف اشیاء کے نرخ کیاتھے ؟	لیدن. مطبع بریل۱۳۰۶ھ
ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم،ابن بصال (م چوتھی صدی ہجری/ دسوی صدی عیسوی	کتاب الفلاحة	زرعی اراضی کی اقسام زراعت کے مختلف طریقے مختلف پھلوں کے خواص زرعی آلات مختلف رزعی اجناس اور ان کی کاشت کا صحیح موسم	المغرب. تحقیق. خوریسی ماریہ میاس) مطبعة کریمادیس۱۹۵۵ء
ابوالحسن علی بن محمدالماوردی (م۴۵۰ھ/۱۰۵۸ء)	الاحکام السلطانیة والولایات الدینیة .	اسلامی حکومت کے ذرائع آمدن کاشت کا صحیح موسم مصارف	مصر:دارالفکر للطباعة والنشر،۱۴۰۳ھ
احمد بن محمد، ابن حجاج الاشبیلی (م پانچویں صدی ہجری گیارہویں صدی عیسوی)	المقنع فی الفلاحة	اس دورکے کاشتکاروں کی معاشی حالت زرعی اراضی کی مختلف اقسام زراعت کے مختلف طریقے زرعی آلات مختلف زرعی اجناس اور ان کی	عمان:مجمع اللغة العربیة الاردنی۱۹۸۲ء تحقیق: صلاح جرار جاسر ابوصفیة عبدالعزیز الدوری
ابوالخیرالاندلسی	کتاب فی الفلاحة	اس دور کے کاشتکاروں کی معاشی حالت مختلف علاقوں کے محاصل زرعی اراضی کی مختلف اقسام زراعت کے مختلف طریقے مختلف قسم کی زمینیں کن کن اجناس کیلئے زیادہ مفید ہیں زرعی اجناس مختلف قسم کی فصلیں اور ان کی کاشت کاصحیح موسم زرعی آلات	فاس: المطبعة الجدیدة ۱۳۵۷ھ

عبدالرحمن بن نصر الشیزری م۵۸۹ھ/۱۱۹۲ء)	کتاب نہایۃ الرتبۃ فی طلب الحسبۃ	محتسب بننے کیلئے ضروری شرائط محتسب کے فرائض مختلف پیشوں کاذکر تجارت کی اقسام سود مختلف اشیاء کے نرخ ذخیرہ اندوزی مختلف سکے	بیروت: دارالثقافۃ تحقیق:الدکتور السید الباز العرینی
ابوالفضل جعفرابن علی الدمشقی (چھٹی صدی ھجری/ بارہویں صدی عیسوی)	الاشارۃ الی محاسن التجارۃ	مختلف اشیاء کی لاگت اور قیمت کا تعین کس طرح ہوگا نظریہ قدر قیمتیں کیوں بڑھتی ہیں؟ مختلف اشیاء کے نرخ اور بازار پر ان کااثر کام کی تقسیم سونے اور چاندی کے سکے تجارت اور اس کے اسلوب محنت کے پھیلاؤ کے اسباب اور اس کی ضرورت	القاھرۃ: مکتبۃ الکلیات الازھریۃ ۱۹۷۷م (تحقیق:البشری الشوربجیی)
اسعد بن المھذب، ابن مماتی (م۶۰۶ھ/۱۲۰۹ء)	قوانین الدواوین	مصرمیں عہد آل ایوب کازرعی نظام زرعی محاصل زرعی اجناس زرعی سرگرمیاں جزیہ قبالہ وراثت کے احکام مصری اوزان اور پیمانوں کی تحیق	القاھرۃ:۱۹۴۳م (تحقیق:عزیز سوریال عطیۃ)
ابوزکریایحی بن محمد ابن العوام الاشبیلی(۱۰)	کتاب الفلاحۃ	زرعی اراضی کی اقسام زراعت کے مختلف طریقے مختلف زرعی اجناس اوران کی کاشت کا صحیح موسم اس دور کے کاشتکاروں کی معاشی حالت	میڈرڈ:۱۸۰۲م
ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم، ابن تیمیہ	الحسبۃ فی الاسلام او وظیفۃ الحکومۃ الاسلامیہ	محتسب کے فرائض معاملات کی مختلف اقسام	مطبعۃ المؤید:۱۳۱۸ھ

		ذخیرہ اندوزی ذخیرہ اندوزکیسے عمل کرتاہے ؟ خریدوفروخت تسعیر کا جواز اور عدم جوار زراعت شراکت اجارہ	
محمد بن محمدبن احمد القرشی، ابن الاخوۃ (م۷۲۹ھ/۱۳۲۹ء)	معالم القربة فی احکام الحسبة	محتسب بننے کیلئے شرائط محتسب کے فرائض مختلف اشیاء کے نرخ بازار اور ان کی تنظیم زکواۃ مختلف پیشے رکھنے والے افراد کا ذکر سود تجارت کی اقسام اجارہ اوزان اور پیمانوں کی تحقیق	کیمبرج: مطبعة دارالفنون، ۱۹۳۷ء (تصحیح: روبن لیوی)
ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر، ابن قیم (م۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء)	الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة	الحسبة تسعیر (قیمتوں کا تعین) ذخیرہ اندوزی مزارعت مختلف صنعتوں کی نوعیت اور ان کا علم	بیروت: دارالکتب العلمیة
ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمن ، الوصابی (۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء)	البرکة فی فضل السعی والحرکة الحبشی الیمنی	عبادات کا معاشی پہلو محنت کی عظمت کاہلی کے نقصانات	القاہرۃ: المکتبة التجارۃ
ابوالفرج عبدالرحمن بن احمد، ابن رجب (م۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء)	الاستخراج لاحکام الخراج	قبل ازاسلام سواد کے علاقے میں خراج خراج وظیفہ اور خراج مقاسمہ اراضی کی مختلف اقسام مزارعت مساقات جزیہ اقطاع مصارف زکواۃ کی تحدید حکومت ٹیکسوں سے حاصل کردہ رقوم کو کن مصالح پرخرچ کرے	بیروت: دارالکتب العلمیة ۱۴۰۵ھ

تقی الدین احمد بن علی المقریزی (م۸۴۵ھ/۱۴۴۱ء)	المواعظ والاعتبار فی ذکر الخطط والاثار	مصر کی معاشی تاریخ بازار اور ان کی تاریخ بجٹ(آمد وخرج کا تخمینہ) بجٹ بنانے کے اصول مختلف ادوارمیں بجٹ سازی کس طرح ہوئی؟ کرنسی اوراس کے مختلف ادوار	لبنان:مکتبۃ احیاء العلوم
ایضاً	کتاب النقود الاسلامیۃ المسمی بشذور العقود فی ذکر النقود	اسلام سے قبل اور اس کے بعد عرب شہروں میں کرنسی کے استعمال کی تاریخ قدیم کرنسی وہ کرنسی جو مختلف مسلم حکمرانوں کے ادوارمیں زیر استعمال رہی مصری کی کرنسی	قم:منشورات الشریف الرضی۱۳۸۷ھ تحقیق:محمد السید علی بحر العلوم)
شہاب الدین احمد بن علی الدلجی	الفلاکۃ والمفلوکون (م۸۳۸ھ/۱۴۳۵ء)	معاش کے طریقے تجارت کاشتکاری صنعت وحرفت آمدوخرج اوران کے مابین تعلق معاشی سرگرمیوں کی اہمیت	القاہرۃ:مطبعۃ الشعب ۱۳۲۲ھ
ابن بسام، محمد (م نویں صدی ہجری/ پندرہویں صدی عیسوی)	نہایۃ الرتبۃ فی طلب الحسبۃ	محتسب بننے کیلئے شرائط محتسب کے فرائض ذخیرہ اندوزی مختلف اشیاء کے نرخ مختلف پیشے رکھنے والے افراد اوزان اور پیمانوں کی تحقیق دلال کی اجرت	بغداد:مطبعۃ المعارف ۱۹۶۸م تحقیق، حسام الدین السامرائی)
عبدالغنی، النابلسی (م۹۳۵ھ/۱۵۲۹ء)	علم الملاحۃ فی علم الفلاحۃ	زرعی اراضی کی مختلف اقسام زراعت کے مختلف طریقے زراعت کے فوائد مختلف پھلوں کو محفوظ کرنے کے طریقے مختلف زرعی اجناس اوران کی کاشت کاصحیح موسم	بیروت:دارالافاق الجدیدۃ، طبع۱۹۷۹ء

یہ تو ان کتب کی فہرست ہے جو طبع ہو چکی ہیں اور مختلف کتب خانوں میں دستیاب ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ بھی معاشیات کے موضوع پر درجنوں کتب ہیں جو ہنوز زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکیں۔

معاشیات کے موضوع پر ان کتب کے مختصر تعارف کے بعد اب ہم نہایت اختصار کے ساتھ اسلامی تاریخ کے چند ماہرین معاشیات کے معاشی افکار و نظریات پر بحث کریں گے۔ اس ضمن میں ہم نے درج ذیل شخصیات کا انتخاب کیا ہے:

حضرت عمر بن الخطابؓ (۱۳۔۲۳ھ/۶۳۴۔۶۴۵ء)
حضرت علی بن ابی طالبؓ (۳۵۔۴۰ھ/۶۵۶۔۶۶۱ء)
حضرت عمربن عبدالعزیز (۹۹۔۱۰۱ھ/۷۱۷۔۷۱۹ء)
ابوحنیفه النعمان بن ثابت (م۱۵۰ھ/۷۶۷ء)
ابویوسف یعقوب بن ابراہیم (م۱۸۲ھ/۷۹۸ء)
محمد بن الحسن الشیبانی (م۱۸۹ھ/۸۰۵ء)
یحی بن آدم القرشی (م۲۰۳ھ/۸۱۸ء)
ابو عبید القاسم بن سلام (م۲۲۴ھ/۸۳۸ء)
قدامة بن جعفر الکاتب (م۳۳۷ھ/۹۴۸ء)
ابومحمد علی بن احمد ، ابن حزم (م۴۵۶ھ/۱۰۶۴ء)
ابوحامد محمد بن محمد، الغزالی (م۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء)
ابوالفضل جعفر ابن علی الدمشقی (م چھٹی صدی ھجری/ بارہویں صدیعیسوی)
عبدالرحمن بن محمد، ابن خلدون (م۸۰۸ھ/۱۴۰۶ء)

حضرت عمر بن الخطابؓ

اسلامی معاشی فکر کی تاریخ میں حضرت عمر بن الخطابؓ ایک عظیم معاشی مفکر کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں کیونکہ آپ کو اپنے دور حکومت میں بعض ایسے اقتصادی مسائل سے دوچار ہونا پڑا جو عہد رسالتﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں موجود نہیں تھے۔ آپؓ نے اپنی اعلی اقتصادی بصیرت کی بدولت ان کو احسن طریقہ سے حل فرمایا۔

امام ابویوسفؒ نے کتاب الخراج میں شام و عراق کی مفتوحہ زمینوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کی اختیار کردہ پالیسی پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ان کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے ایک جماعت کا مطالبہ یہ تھا کہ مفتوحہ زمینیں فاتحین کو بطور جاگیر دے دی جائیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے بعض قومی مصالح کی بنا پر زمینیں تقسیم کرنے سے

انکار کردیا۔ آپ نے یہ رائے دی کہ زمینوں کو سرکاری ملکیت قرار دیا جائے اور سابق مالک ہی ان کو کاشت کریں۔ اور کاشت کاروں پر خراج عائد کردیا جائے (۱۱)

حضرت عمرؓ کے اس فیصلےسے مفتوحہ اراضی کے بارے میں ان کے معاشی فکر کے درج ذیل اصول ومبادی اخذ کئے جاسکتےہیں۔

(الف) زمین کاشت کرنے کا اصل حقدار صاحب زمین ہی ہے۔ بہتر پیداوار کے حصول کیلئے زمین اس کے اصل مالک کے پاس ہی رہنی چاہیے۔

(ب) بہت زیادہ وسیع رقبے کا مالک زمین سے وہ فوائد حاصل نہیں کرسکتا جو چھوٹے رقبے کا مالک محدود زمین سے محنت کرکے حاصل کرتا ہے۔

(ج) اگر مفتوحہ اراضی فاتحین کے درمیان تقسیم کردی گئی تو یہ وسیع وعریض رقبہ چند ہاتھوں میں محدود ہوجائے گا۔ اور اس طرح حکومت کو محاصل وخراج میں خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔

(د) مفتوحہ اراضی فاتح جرنیلوں میں تقسیم کرنے سے امت میں اغنیاء کا ایک بڑا طبقہ پیدا ہوجائے گا اور اس سے ان کے مزاج اور عادات میں خلل پیدا ہوگا۔

(ر) فوج کا فریضہ زراعت اور کاشت کاری نہیں بلکہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

حضرت عمرؓ نے مصر کی زمینیں بھی ان کے اصل مالکوں کے پاس ہی رہنے دیں اور ان کو مسلمانوں کے قبضے سے بچانے کیلئے یہ قانون بناد یا کہ کوئی مسلمان خرید کر بھی زمین حاصل نہیں کرسکتا۔ کئی صدیوں تک یہ قانون جاری رہا۔

حضرت عمرؓ کو بہبود عامہ کی ہر وقت فکر رہتی تھی۔ طبری کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ جمہور کی خوشحالی کا جائزہ لینے کیلئے تمام ملک کا دورہ کروں گا (۱۲) امام ابویوسف نے کتاب الخراج میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے عمال کو رخصت کرتے وقت جو نصیحتیں فرماتے تھے ان میں یہ الفاظ بھی ہوتے تھے کہ مسلمانوں کی سہولت اور خوشحالی کیلئے ہر طرح کا اہتمام کرتے رہنا (۱۳)

حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے عشور (Custom Duty) کی ابتداء کی (۱۴) آپ بیت المال کے مداخل ومخارج کے بارے میں عمال کے نام احکام بھیجتے رہتے تھے۔ صاحب کنزالعمال، علاء الدین علی المتقی (م ۹۷۵ھ/۱۵۶۷ء) نے حضرت عمرؓ کے ان فرامین کو

نقل کیا ہے جو انہوں نے اپنے عہد حکومت میں مختلف عمال کے نام تحریر کئے تھے (۱۵)

اسلام سے قبل عربوں کے ہاں رومی، فارسی اور یمن کے سکے رائج تھے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں انہی سکوں کے ذریعے لین دین ہوتا تھا۔ تقی الدین احمد بن علی المقریزی (م ۸۴۵ھ/۱۴۴۱ء) کے بیان کے مطابق اسلام میں سب سے پہلے حضرت عمرؓ کے دور میں سکے بنائے گئے (۱۶) آپ نے ۱۸ھ میں یہ حکم دیا تھا کہ ساسانی طرز کے سکوں پر نئے سکے بنائے جائیں۔ آپ نے بعض سکوں پر "الحمدللہ" کچھ پر "محمد رسول اللہ" اور بعض پر "لاالہ الااللہ وحدہ" کے لفظ کندہ کروائے (۱۷) اس دور کے بعض سکوں میں سے کچھ عراقی عجائب گھر میں اب بھی موجود ہیں (۱۸)

حضرت علی بن ابی طالبؓ

اسلامی معاشی فکر کے ارتقاء میں علی بن ابی طالبؓ کا کردار بھی نمایاں ہے۔ ٹیکسوں کی وصولی کے ضمن میں آپؓ نے یہ نظریہ پیش کیا کہ اگر عدل وانصاف سے ٹیکس وصول کئے جائیں تو آمدنی بڑھ جاتی ہے اور ظلم وستم کے نتیجہ میں آمدنی کم ہوجاتی ہے۔ آپ نے جب اپنے عامل کو مصر کے خراج پر مقرر کیا تو تنبیہہ کی کہ خراج کی وصولی میں عدل کو پیش نظر رکھنا۔ اس سے خراج کی رقم میں بھی اضافہ ہوگا اور آبادی کی فلاح وبہبود بھی ہوگی۔ جبکہ ظلم وستم سے نتائج اس کے برعکس نکلتے ہیں۔ محمد بن الحسین الشریف الرضی (م ۴۰۶ھ/۱۰۱۵ء) نے نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ کے یہ الفاظ نقل کیئے ہیں:

ولیکن نظرک فی عمارة الارض ابلغ من نظرک فی استجلاب الخراج لان ذلک لا یدرک الا بالعمارة ومن طلب الخراج بغیرعمارة اخرب البلاد واھلک العباد (۱۹)

"اور خراج کی جمع آوری سے زیادہ زمین کی آبادی کا خیال رکھنا کیونکہ خراج بھی تو زمین کی آبادی ہی سے حاصل ہوسکتا ہے اور جو آباد کئے بغیر خراج چاہتا ہے وہ ملک کی بربادی اور بندگان خدا کی تباہی کا سامان کرتا ہے۔

حضرت علیؓ "التنمیة" کی جگہ "العمارة" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ اور اس سے آپ "عدل اجتماعی" مراد لیتے ہیں۔ آپؓ مصر کے ایک عامل کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فافسح فی آمالهم وواصل فی حسن الثناء علیهم ، وتعدید ما ابلی ذووالبلاءمنهم فان کثرة الذکرلحسن افعالهم تهزالشجاع وتحرض النا کل ان شاءالله(۲۰)

"پس ان کی امیدوں میں وسعت و کشائش رکھنا۔ انہیں اچھے لفظوں سے سراہتے رہنا، اور ان کارناموں کا تذکرہ کرتے رہنا۔ اس لئے کہ ان کے اچھے کارناموں کا ذکر بہادروں کو جوش میں لے آتا ہے اور پست ہمتوں کو ابھارتا ہے۔ ان شاءاللہ"

حضرت علیؓ نے صیغۂ مال میں بعض ایسی اصلاحات کیں جن سے اس کی آمدنی میں اضافہ ہو گیا۔ آپؓ کے عہد سے قبل جنگلات سے کوئی مالی فائدہ حاصل نہیں کیاجاتا تھا۔ امام ابو یوسف کے بیان کے مطابق آپ نے ان کو قابل ٹیکس قرار دیا۔ چنانچہ صحرائے برس سے چار ہزار درہم سالانہ آمدنی ہوتی تھی۔(۲۱)

تجارتی معاملات میں ناپ تول کے پیمانوں کی درستگی پر آپ نے کافی توجہ دی۔ آپ درہ لے کر بازار نکل جاتے تھے اور اشیاء فروخت کرنے والوں کو ناپ تول میں ایمانداری کی ہدایت کرتے ابن سعد "طبقات" میں لکھتےہیں:

"قال رأیت علیاً........ ومعه درة له یمشی بها فی الاسواق ویامرهم بتقوی الله وحسن البیع ویقول اوفواالکیل والمیزان"(۲۲)

"کہا، میں نے (حضرت) علیؓ کو اس حالت میں دیکھا------اور ان کے ہمراہ درہ (چرمی ہنٹر) تھا۔ جسے وہ بازاروں میں لے جاتے تھے اور لوگوں کواللہ سے ڈرنے اور بیع میں خوبی کا حکم دیتے تھے اور کہتے تھے کہ کیل (پیمانہ) اور ترازو کو پورا کرو"

حضرت علیؓ کے نزدیک جب حکمران اور رعایا دونوں اپنے اپنے حقوق وفرائض سے آگاہ ہوں تو اس سے معاشی ترقی کی نئی راہیں کھلتی ہیں۔ قومی یک جہتی اور حاکم و محکوم میں مکمل ہم آہنگی کا کسی ملک کی ترقی میں اہم کردار ہوتا ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں رعایا کے حقوق چھینے جاتے ہوں، حکمران طبقہ اور رعایا کے مابین شکوک وشبہات جنم لیتے ہوں، ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتا۔ آپ ایک خطبہ میں فرماتےہیں:

"واعظم ما افترض سبحانه من تلک الحقوق حق الوالی علی الرعیة وحق الرعیة علی الوالی فریضة فرضهاالله سبحانه لکل علی کل، فجعلها

نظاماً لالفتهم وعزاً الدینهم فلیت تصلح الرعیة الابصلاح الولاة ولاتصلح الولاة الا باستقامة الرعیة. فاذا ادت الرعیة الی الوالی حقه، وادی الوالی الیهاحقها، عزالحق بینهم ، وقامت مناهج الدین ، واعتدلت معالم العدل........ فصلح بذلک الزمان وطمع فی بقاء الدولة واذا غلبت الرعیة والیهااو احجف الوالی برعیته ، اختلفت هنالک الکلمة وظهرت معالم الجور."(۲۳)

"اور فرض شدہ حقوق میں سے ایک حاکم کا حق ہے رعایا پر۔ اور رعایا کا حق ہے حاکم پر۔ یہ خدا کا فرض (واجب) کردہ فریضہ ہے۔ دونوں میں سے ہر ایک پر جسے عام انسانوں کی تنظیم اور ان کے دین کی عزت بنایا ہے۔ اب رعایا کی اصلاح حاکموں ہی کی اصلاح پر ہے اور ان کی اصلاح رعایا کی استقامت واستقلال پر موقوف ہے۔ توجب رعایا والی کا حق پورا کردے اور حاکم محکوم کے حق ادا کر دے تو "حق" ان لوگوں میں معزز اور دین کے راستے واضح اور عدل کے نشانات اعتدال حاصل کرلیتے ہیں۔۔۔ اس طرح زمانے میں اصلاح اور حکومت کی بقاء کا خیال پیدا ہوجاتا ہے۔ اور جب رعایا اپنے حاکم پر غالب آجائے یا حاکم رعایا پر ظلم کرنے لگے تو اتحاد کا خاتمہ اور ظلم کے آثار نمایاں ہوجاتے ہیں۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور بھی ان کے معاشی فکر اور تجزیاتی رسائی کے بارے میں کافی معلومات مہیا کرتا ہے۔ ٹیکسوں کی وصولی میں جو بے اعتدالیاں پائی جاتی تھیں آپ نے ان کو دور کیا۔ آپ نے خراج کی وصولی کے متعلق اپنے عامل عبدالحمید بن عبدالرحمن کو یہ فرمان لکھا:

"ان انظرالارض ولا تحمل خرابا علی عامر ولا عامراً علی خراب ، وانظر الخراب فان اطاق شیئاً ،فخذ منه ما اطاق واصلحه حتی یعمر، ولا تاخذ من عامر لا یعتمل شیئاً ، وما اجدب من العامر من الخراج فخذه فی رفق وتسکین لا هل الارض، وآمرک ان لا تاخذ فی الخراج الا وزن سبعة لیس فیها تبرولااجورالضبرا بین ولا اذابة الفضة ولا هدیة النیروز والمهرجان ولا ثمن الصحف ولااجور الفیوج ولااجورالبیوتولادراهم النکاح ، ولا خراج علی من اسلم من اهل الارض"(۲۴)

"زمین کا جائزہ لو۔ محاصل کی تعیین میں کسی ناکارہ زمین کو آباد زمین پر یا آباد زمین کو ناکارہ زمین پر نہ قیاس کرو۔ ناکارہ زمینوں کا جائزہ لینے پر اگر یہ اندازہ ہو کہ وہ کچھ محصول برداشت کرسکتی ہیں تو ان سے ان کی برداشت کے مطابق وصول کرو۔ اور ان کی اصلاح کی تدبیر کرکے ان کو پوری طرح قابل کاشت بنادو۔ ایسی کار آمد زمین پر کوئی محصول نہ عائد کرو جو زیر کاشت نہ ہو۔ جن قابل کاشت زمینوں سے خراج وصول ہونا بند ہوگیا ہو ان کے معاملہ کو زمین والوں کے ساتھ نرمی اور سہولت برتتے ہوئے سلجھاؤ۔ اور میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ خراج میں صرف وزن سبعۃ والے درہم لیا کرو جن میں جعلی یا ردی سکے نہ ہوں۔ سکہ ڈھالنے والوں کی اجرت اور چاندی پگھلانے کی اجرت نہ وصول کرو۔ نوروز اور مہرجان کے تحفے نہ لو۔ کاغذات کی قیمت اور ہرکاروں کی اجرت نہ وصول کرو۔ شب باشی کے مکانوں کا کرایہ اور پیشۂ زنا سے ہونے والی آمدنی پر (ٹیکس) نہ لو۔ اور زمین والوں میں سے جو کوئی اسلام لائے اس پر خراج (یعنی جزیہ) نہیں عائد ہوگا۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عام فرمان جاری کیا کہ جو لوگ مسلمان ہوجائیں ان سے جزیہ نہ وصول کیاجائے۔ اس وجہ سے صرف مصر میں اپنے آدمی مسلمان ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی کم ہوگئی۔ آپ کے ایک والی نے خط لکھ کر نومسلموں سے جزیہ وصول کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا:

"وان اللہ جل ثناء ہ بعث محمداً صلی اللہ علیہ وسلم داعیاً الی الاسلام ولم یبعثہ جابیاً فمن اسلم من اھل تلک الملل فعلیہ فی مالہ الصدقۃ ولاجزیۃ علیہ" (۲۵)

"اور بے شک اللہ جل ثناء ہ نے محمد ﷺ کو داعی بنا کر بھیجا تھا نہ کہ محصل بنا کر۔ ان مذاہب کے پیروؤں میں سے جو لوگ اسلام لے آئیں ان کے ذمہ اپنے مال کی زکواۃ ہوگی۔ ان پر جزیہ نہیں عاید ہوگا۔

آپ نے تو یہ فرمان بھی جاری کردیا کہ اگر کسی غیر مسلم کا جزیہ ترازو میں رکھا جاچکا ہو اور اس حالت میں بھی وہ اسلام قبول کرلے تو اس سے جزیہ نہ لیاجائے (۲۶)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ایک عامل نے ٹیکس کی وصولی کیلئے لوگوں کو سزا دینے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا۔ (۲۷)

انہوں نے اپنے دور میں جس قدر ناجائز ٹیکس تھے سب موقوف کر دیئے۔ ابو عبداللہ محمد ابن سعد (م ۲۳۰ھ/۸۴۴ء) نے اپنی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ (م ۱۰۲ھ/۷۲۰ء) کو ایک فرمان جاری کیا۔ جس میں یہ الفاظ بھی تھے:

"ان ضع عن الناس المائدة والنوبة والمكس، ولعمری ما هو بالمكس ولكنه، البخس الذی قال الله ولا تبخسوالناس اشياء هم ولا تعثوافی الارض مفسدين" (۲۸)

"کہ لوگوں سے مائدہ، نوبہ اور مکس (محصول کے اقسام) اٹھالو۔ میری جان کی قسم یہ مکس نہیں ہے بلکہ بخس (نقصان) ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا لوگوں کی چیزوں میں خیانت نہ کرو اور نہ زمین میں فساد کرتے پھرو۔

بعض عمال چیزوں کا نرخ گھٹا کر کم قیمت پر خرید لیتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ قانون بنادیا کہ کوئی عامل کسی فرد کا مال کم قیمت پر نہیں خرید سکتا۔ فارس کے والی کو آپ نے لکھا:

"بلغنی ان عمالك بفارس يخرصون الثمار علی اهلها ثم يقومونها بسعردون سعر الناس الذی يتبايعون به فيأ خذونه ورقاً علی قيمتهم التی قوموها وان طوائف من الاكراد ياخذون العشر من الطريق ، ولو علمت انك امرت بشئی من ذلك او رضيته بعد علمك به ماناظرتك ان شاءالله بما تكره" (۲۹)

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ فارس کے تمہارے ماتحت عہدہ دار پھلوں کو ان کے مالکوں کے پاس اندازہ کر کے قیمت اپنے نرخ سے لگاتے ہیں جس پر لوگ باہم خرید و فروخت نہیں کرتے۔ اس اندازہ کی ہوئی قیمت پر اس کی چاندی لیتے ہیں اور کردوں کے چند گروہ راستے سے عشر (آمدنی کا دسواں حصہ) وصول کرتے ہیں۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ان امور میں سے تم نے کسی امر کا حکم دیا ہے یا اس کے معلوم ہونے کے بعد تم اس پر راضی ہو تو ان شاء اللہ میں کوئی ایسی بحث نہ کرتا جو تمہیں ناگوار معلوم ہوتی"

آپ نے اپنے دور میں کفالت عامہ کا بہترین انتظام کیا۔ عدی بن ارطاۃ کو لکھا:

"فانظراهل الذمة فارفق بهم، واذا اكبرالرجل منهم وليس له مال فانفق

علیه فان کان له حمیم فمرحمیمه ینفق علیه"(۳۰)
"ذمیوں کے حال پر نظر کرو اور ان کے ساتھ مہربانی کرو جب ان میں سے کوئی بوڑھا ہو جائے اور اس کے پاس مال نہ ہو تو اس پر تم خرچ کرو۔ اگر اس کا کوئی دوست ہو تو حکم دو کہ وہ اس پر خرچ کرے"

ابو حنیفہ النعمان بن ثابت

اسلامی تاریخ میں ابو حنیفہ (النعمان بن ثابت) کے معاشی افکار و نظریات بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ خود ایک بڑے تاجر تھے۔ اس لئے فقہ کے مالی مسائل میں تاجرانہ اندازِ فکر سے متاثر نظر آتے ہیں۔ آپ نے ایک معاشی مفکر کی حیثیت سے خرید و فروخت کے معاملات میں راہنمائی دی ہے۔ تجارت سے متعلق آپ کے معاشی افکار حنفی فقہ کی کتب میں ملتے ہیں۔ آپ نے خرید و فروخت کے چار اصول پیش کیے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

(الف) جو چیز بدل میں لی جائے اس سے واقفیت ضروری ہے۔
(ب) معاملہ کرتے وقت ہر قسم کے سود سے بچنا چاہیے۔
(ج) خرید و فروخت کے معاملات میں جہاں نص نہ ہوگی، عرف کو معتبر سمجھا جائے گا۔
(د) تمام معاملات میں امانت داری اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے(۳۱)

لوگوں کو باہمی جھگڑوں سے بچانے کیلئے آپ نے بیع سلم میں چھ امور کی وضاحت ضروری قرار دی ہے۔

(۱) تعریف و تعیین جنس
(۲) تعیین نوع، اگر اس کے مختلف انواع ہوں۔
(۳) تعیین مقدار
(۴) وضاحت اوصاف
(۵) تعیین مدت
(۶) اس مقام کی تعیین جہاں مسلم فیہ (وہ غلہ وغیرہ اشیاء جن کی بیع کی جائے) سپرد کیا جائے(۳۲)

ابو یوسف یعقوب بن ابراہیمؒ

ابو یوسف یعقوب بن ابراہیمؒ نے "کتاب الخراج" میں خراجی زمینوں کے محاصل پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ ان زمینوں کے اسلامی مملکت میں شامل ہونے اور ان کے نظام محاصل کی پوری تاریخ بیان کرنے کے بعد انہوں نے نظام المساحہ اور نظام المقاسمہ کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ آپ بڑی تفصیل سے وہ واقعات سامنے رکھتے ہیں جن میں اس نئے نظام کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپ لکھتے ہیں:

"نظرت فی خراج السواد وفی الوجوه التی یجبی علیها وجمعت فی ذلک اهل العلم بالخراج وغیرهم وناظرتهم فیه فکل قد قال فیه بما لا یحل العمل به، فناظرتهم فیما کان وظف علیهم فی خلافة عمر بن الخطاب رضی اللّٰہعنه فی خراج الارض واحتمال ارضهم اذ ذاک لتلک الوظیفة" (۳۳)

"میں نے سواد کے خراج اور اس کے محاصل وصول کرنے کے طریقوں پر غور کیا۔ اس سلسلہ میں میں نے خراج کے متعلق علم رکھنے والوں اور دوسرے حضرات کو جمع کرکے ان سے بحث ومذاکرہ بھی کیا۔ کیونکہ ہر ایک نے اس باب میں ایسی آراء ظاہر کی ہیں جن پر عمل جائز نہیں ہوگا۔ میں نے ان سے محاصل کی بابت گفتگو کی جو عمر بن الخطابؓ کے عہد خلافت میں ان لوگوں پر زمین کے خارج کے طور پر عائد کئے گئے تھے اور یہ بات سامنے رکھی کہ اس وقت ان کی زمینیں ان محاصل کا بار برداشت کرسکتی تھیں"۔

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

فذکرو ان العامر کان من الارضین فی ذلک الزمان کثیراً وان المعطل منها کان یسیراً ووصفوا کثرة العامر الذی لا یعمل وقلة العامر الذی یعمل وقالوا لو اخذنا بمثل ذلک الخراج الذی کان حتی یلزم للعامر المعمطل مثل ما یلزم للعامر المعتمل، ثم نقوم بعمارة ما هوا الساعة غامر ولا نحرثه لضعفنا عن اداء خراج مالم نعمله وقلة ذات ایدینا فاما ما تعطل منذمائة سنة واکثر واقل فلیس یمکن عمارة ولا استخراجه فی قریب ولمن یعمر ذلک حاجة الی موئنة ونفقة لا تمکنه ، فهذا عذرنا فی ترک عمارة ما قد تعطل" (۳۴)

"لیکن ان لوگوں نے یہ کہا کہ اس زمانہ میں زیادہ تر زمینیں آباد تھیں اور ایسی زمینیں کم تھیں جن پر کاشت نہ کی جارہی ہو اور اب ایسی کار آمد زمینیں زیادہ ہیں جن پر کاشت نہیں کی جارہی ہے۔ اور ایسی کار آمد زمینیں کم ہیں جن پر کاشت بھی کی جارہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم سے اب بھی خراج کی وہی شرحیں وصول کی گئیں جو (حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مقرر کی گئی) تھیں تو ان کار آمد زمینوں پر جو زیر کاشت نہیں ہیں وہی مالیہ عائد ہوگا جو زیر کاشت زمینوں پر ہوگا اور پھر ہمیں (لازماً) ان زمینوں کی آباد کاری کا انتظام کرنا ہو گا جو آج کل بالکل بنجر ہوچکی ہیں حالانکہ ان کی کاشت ہم نہیں کرسکتے۔ کیونکہ ایک تو ہم ان زمینوں کا خراج ادا کرنے سے بھی قاصر ہو رہے ہیں جو زیر کاشت نہیں ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے پاس سرمایہ بھی بہت کم ہے۔ رہیں وہ زمینیں جو کم وبیش سو سال سے بے کار پڑی ہیں تو بھی مستقبل قریب میں ان کی باز یافت اور آباد کاری کا امکان نظر نہیں تا۔ ایسی زمینوں کو آباد کرنے والوں کو اتنے زیادہ مصارف برداشت کرنے ہوں گے جو سر دست استطاعت سے باہر ہیں۔ معطل زمینوں کی آباد کاری سے گریز کا ہمارے پاس یہی عذر ہے۔

اس کے بعد امام ابو یوسف کہتے ہیں:

فرایت ان وظیفة من الطعام . کیلا مسمی او دراہم مسماة توضع علیهم مختلفاً . فیه دخل علی السلطان وعلی بیت المال وفیه مثل ذلک علی اهل الخراج بعضهم من بعض

اما وظیفة الطعام فان کان رخصافاحشاً لم یکتف السلطان بالذی وظف علیهم ولم یطب نفساً بالحط عنهم ولم یقوابذلک الجنود ولم تشحن به الثغور، واما غلاء فاحشاً لا یطیب السلطان نفساً بترک ما یستفضل اهل الخراج من ذلک (۳۵)

"(ان باتوں پر غور کرنے کے بعد) اب میں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ محصول کے طور پر غلہ کی کوئی متعین مقدار یا درہموں کی کوئی متعین تعداد مختلف شرحوں کے ساتھ ان پر عائد کرنا سلطان اور بیت المال کے لئے نقصان کا باعث ہوگا۔ یہ شکل خراج ادا کرنے والی رعایا کے باہمی معاملات کے لئے بھی مضر ہوگی۔

جہاں تک متعین مقدار غلہ کی شکل میں خراج عائد کرنے کا سوال ہے تو اگر غلہ بہت

زیادہ سستا ہوا تو سلطان اس مقدار کو کافی نہیں سمجھے گا جو ان پر عائد کی گئی ہے اور نہ وہ بطیب خاطر اس تخفیف کو گوارا کرے گا۔ ان (تھوڑے محاصل) کے ذریعہ فوجوں کی ضروری قوت نہ بہم پہنچائی جاسکے گی اور سرحدوں پر فوجی چوکیوں کا قیام و انتظام ٹھیک طرح نہ ہو سکے گا۔ اگر غلہ بہت زیادہ گراں ہوا تو خراج ادا کرنے والوں کو مقدار مقررہ زیادہ معلوم ہو گی لیکن سلطان کو اس میں تخفیف گوارا نہیں ہو گی۔

نظام المساحۃ کی ایک اور خرابی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام ابو یوسف رقمطراز ہیں:

واما ما یدخل علی اهل الخراج فیما بینهم فلا بدلها تین الطبقتین من مساحة اوطرادة وای ذلک کان غلب علیه اهل القوة اهل الضعف واستاثروا به وحملوا الخراج علی غیر اهله وعلی الانکار مع اشیاء کثیرة تدخل فی ذلک لولا ان تطول لفسرتها" (۳٦)

"(غلہ کی مقررہ مقدار یا دراہم کی متعینہ تعداد وصول کرنے کی شکل میں) خراج ادا کرنے والوں کو ایک دوسرے سے جو نقصان پہنچتا ہے اس کی نوعیت یہ ہے کہ ان محاصل کی تحصیل کیلئے (کھیتوں کی) پیمائش یا کسی اور طرح کے نشانات قائم کرنا ناگزیر ہو گا۔ ان میں سے جو شکل بھی اختیار کی جائے، طاقت ور لوگ کمزوروں پر مسلط ہو جائیں گے۔ یہ کام خود اپنے ہاتھ میں لے لیں گے اور خراج کا بار ان لوگوں کے سر ڈال دیں گے جن پر اس کا بار نہیں پڑنا چاہیے۔ باوجود ان کے احتجاج و انکار کے ایسا ہی ہو گا۔ اس کے علاوہ اس سلسلہ میں اور بہت سی قابل توجہ باتیں سامنے آتی ہیں۔ اگر طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان سب کو وضاحت سے بیان کرتا"

ان مندرجہ بالا اقتباسات سے امام ابو یوسفؒ کے معاشی افکار کے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

(۱) حضرت عمرؓ کے دور میں نظام المساحہ، زمین کی حالت کے مطابق درست تھا۔ اس طریقہ سے کاشتکاروں میں زیادہ محنت اور عمل کا جذبہ پیدا ہوا۔ زمین کی آبادکاری میں اضافہ ہوا۔ اشیاء کی قیمتیں کم ہوئیں۔

(۲) حضرت عمرؓ کے دور کے اقتصادی حالات اب بدل چکے ہیں۔ کچھ اراضی نمکینی اور کم محنت کی وجہ سے خراب ہو چکی ہیں۔ اس دور میں آباد زمینیں زیادہ تھیں اور ایسی

زمینیں کم تھیں جن پر کاشت نہیں کی جارہی ہو۔ لیکن اب ایسی کار آمد زمینیں زیادہ ہیں جن پر کاشت کی جارہی ہے۔ اس لئے حالات میں تبدیلی کا تقاضا یہ ہے کہ نظام میں بھی تبدیلی کی جائے۔

(۳) زرعی زمینوں پر متعین مقداروں میں محصول عائد کرنا عدل کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔ یہ طریقہ سلطان اور کاشتکار دونوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ فرض کریں کہ محصول غلہ کی ایک متعین مقدار کی شکل میں عائد کیا گیا ہے۔ اب غلہ کی قیمت میں کمی ہوگی یا اضافہ ہوگا۔ اگر قیمت میں کمی واقع ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سلطان کو جو کچھ وصول ہوگا اس کی فروخت سے اس کو اس سے کم آمدنی ہوگی جو غلہ کے سستا ہونے سے پہلے ہوئی تھی۔ چونکہ ریاست کے اخراجات مثلاً فوجیوں کی تنخواہیں، سرحدی چھاؤنیوں کی تعمیر وغیرہ نقدر قوم کے ذریعے پورے کئے جاتے ہیں لہذا آمدنی میں کمی سے یہ ذمہ داریاں پوری نہ ہوسکیں گی۔ اگر غلہ کی قیمت میں اضافہ ہوگا تو اس صورت میں کاشتکاروں کو غلہ کی ایک متعین مقدار دینا گراں گزرے گا۔

(۴) اگر خراج نقدی کی صورت میں متعین ہوگا تو اس کے نتائج حکومت اور کاشتکار دونوں کے لئے نقصان دہ ہوں گے۔ قیمتیں بلند ہونے کی صورت میں حکومت اور مزارعین دونوں کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس طرح قیمتوں کے بڑھنے اور کم ہونے کی صورت میں نظام المساحہ مناسب نہیں ہے۔ یہ نظام حکومت اور کاشتکار دونوں کے حقوق چھیننے ولا ہے۔

(۵) یہ نظام عنقریب کاشتکاروں کے مابین ایک دوسرے پر ظلم کرنے کا سبب بنے گا۔ قوی لوگ کمزوروں پر ظلم کریں گے۔ زراعت کے شعبہ میں تمام ممکنہ فوائد وہ حاصل کرلیں گے جبکہ کمزوروں کےلئے کچھ نہیں چھوڑیں گے۔ خراج کا سارا بوجھ کمزوروں پر ڈال دیا جائے گا اور کاشتکاروں کے درمیان جھگڑے وفسادات بڑھ جائیں گے۔

محمد بن الحسن الشیبانی

محمد بن الحسن الشیبانیؒ نے بھی معاشی امور پر بحث کی ہے۔ وہ اپنی کتاب "الاکتساب فی الرزق المستطاب" میں "کسب" کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ -

"الاكتساب فی عرف اللسان تحصیل المال بما یحل من الاسباب" (۳۷)
امام محمد نے "الکسب" کی اہمیت پر بھی بحث کی ہے۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ جس طرح ایک مسلمان کیلئے نماز روزہ کی پابندی ضروری ہے، اسی طرح حلال ذرائع سے اکتساب مال کیلئے جدوجہد کرنا بھی فرض ہے(۳۸)

آپ نے بعض لوگوں کے اس نظریہ کی تردید کی ہے کہ "کسب" "توکل" کے منافی ہے۔ اور صرف ناگزیر ضرورت کے تحت ہی معاشی جدوجہد کرنی چاہیے۔ اور اس کے علاوہ حرام ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"وقال قوم من جهال اهل التقثف وحماقى اهل التصوف. ان الكسب حرام لا يحل الا عند الضرورة بمنزلة تناول الميتة ، وقالوا ان الكسب ينفى التوكل على الله او ينقص منه وقد امرنا بالتوكل قال تعالى "فتوكلوا ان كنتم مؤمنين . فما يتضمن نفى التوكل يكون حراما. والدليل على انه ينفى التوكل قوله صلى اللهعليه وسلم لوتوكلتم على الله حق التوكل لرزقكم كما يرزق الطير تغدو خاصاً وتروح بطاناً وقال تعالى وفى السماء رزقكم وما توعدون. وفى هذا حث على ترك الاشتغال بالكسب ، وبيان ان ما قدرله من الموعود ياتيه لا محالة وقال عزوجل وامر اهلک بالصلاة واصطبرعليها لانسالک رزقا. نحن نرزقک والعاقبة للتقوى. والخطاب وان كان لرسول اللهصلى اللهعليه وسلم فالمراد منه امته فقد امرو بالصبر والصلاة وترک الاشتغال بالكسب وبطلب الرزق(۳۹)

امام محمد مزید لکھتے ہیں:

"والدليل عليه ان اللهتعالى امر بالانفاق على العيال من الزوجات والا ولا دو المعتعدات . ولا يتمكن من الانفاق عليهم الا بتحصيل المال بالكسب (۴۰)

امام محمد لکھتے ہیں کہ "کسب" کی چار اقسام ہیں:

(الف) اجارہ
(ب) تجارت
(ج) زراعت
(د) صنعت وحرفت(۴۱)

• آپ کا نظریہ یہ ہے کہ تجارت کی نسبت زراعت کو زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ انسان کی بنیادی ضروریات زندگی زراعت ہی سے وابستہ ہیں (۴۲)

امام محمدؒ نے یہ نظریہ پیش کیا کہ انسان کی معاشی حاجات (Economic demands) بہت زیادہ ہیں اس لئے اقتصادی ترقی کیلئے تقسیم عمل کا ہونا بہت ضروری ہے۔ ہر انسان کو جہاں اپنی معاشی حاجات پوری کرنی ہوتی ہیں وہاں دوسرے انسانوں کی حاجات بھی اس سے وابستہ ہوتی ہیں۔ اس لئے انسان معاشرہ میں ہی زندگی گزار سکتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"وقدرلهم المعاش باسباب فيها حكمة بالغة، يعنى ان كل احد لا يتمكن من تعلم جميع مايحتاج اليه فى عمره ، فلواشتغل بذالک فنى عمره قبل ان يتعلم لا يمكنه ان يحصله لنفسه ، وقدتعلق بهذا مصالح المعيشة لهم ، فيسراللّٰه‌تعالى على كل واحدمنهم تعلم نوع من ذلک حتى يتوصل الى مايحتاج اليه منه ذلک النوع بعمله ويتوصل غيره الى مايحتاج اليه من ذلک بعمله ايضا واليه اشارالرسول اللّٰه‌صلى عليه وسلم فى قوله " المؤمنون كالبنيان يشد بعضه بعضاً وبيان هذا فى قوله تعالى ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات . الاية، يعنى ان الفقير يحتاج الى مال لغنى ، والغنى يحتاج الى عمل الفقير، فهنا الزارع يحتاج الى عمل النساج اليحصل اللباس لنفسه ، والنساج يحتاج الى عمل الزارع لتحصيل الطعام، والقطن الذى يكون منه اللباس لنفسه ،ثم كل واحدمنهما يقيم من العمل مايكون معينالغيره" (۴۳)

يحىٰ بن آدم القرشى

معاشیات پر یحیٰ بن آدم القرشیؒ کی کتاب کا نام "کتاب الخراج " ہے۔ آپنے اس کتاب میں خراج کے مختلف مسائل سے متعلق احادیث و آثار کو اپنی سند کے ساتھ جمع کردیا ہے۔ آپ زکواۃ، عشر خراج، جزیہ غنیمت، فئے اور زمین کے متعلق مسائل بیان کرتے ہیں۔ کتاب الخراج میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

قال يحىٰ : وسالت ابا اياس فقال . البعل والعثرى والعذى، هوالذى يسقى بماءالسماء قال يحىٰ واذا كانت الارض يسقى بعضها فتحاً ويسقى

بعضها بالغرب فيخرج فيها كلها خمسة اوساق ، فانه يزكى بالحصة ما سقى فتحاً فالعشر، وما سقى بالغرب فنصف العشر والعشرى ما يزرع بالسحاب والمطرخاصة ، ليس يسقى الا بما يصيبه من المطر، فذلك العشرى ، والبعل ما كان من الكروم ، قد ذهب عروقة فى الارض الى الماء فلا يحتاج الى السقى الخمس سنين والست ، يحتمل ان يترك السقى فهذا البعل، والسيل ماء الوادى اذا سال. فاماالغيل فهو سيل دون السيل الكبير، اذا سال القليل بالماء الصافى فهوالغيل. والعذى ماء المطر" (۴۴)

"یحیٰ نے کہا، میں نے ابوایاس سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ بعل عشری اور عذی وہ زراعت ہے جس کی سینچائی بارش سے ہو، اور جب مزروعہ زمین کا کچھ نالی سے اور کچھ حصہ ڈول سے سینچا جائے اور اس سے کل پانچ وسق پیداوار ہو تو جو حصہ نالی سے سینچا جائے اس میں عشر ہے اور جو حصہ ڈول سے سینچا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ اور عشری وہ زراعت ہے جو خاص طور سے بارش کے پانی سے بوئی جائے اس کو عشری کہتے ہیں اور بعل وہ انگور کی بیل ہے جس کی جڑیں زمین میں پانی تک پہنچ جائیں جس کی وجہ سے کئی چھ سال تک سینچائی کی ضرورت نہ پڑے بلکہ یوں ہی چھوڑ دی جائے۔ اس کو بعل کہتے ہیں۔ اور سیل (سیلاب) وادی کا پانی ہے جب بہتا ہو اور غیل بڑے سے کم سیل ہے جب کہ اس کا صاف ستھرا پانی تھوڑا بہتا ہو۔ اور عذی بارش کا پانی ہے"۔

یحیٰ بن آدمؒ کی یہ تحقیق کئی علماء و محدثین نے اپنی کتب میں درج کی ہے۔

اس کے علاوہ انہوں نے وسق اور صاع کے متعلق محققانہ روایات درج کی ہیں۔ نیز بعض ایسی نادر باتیں بیان کی ہیں جو اور کتابوں میں نہیں ملتی ہیں۔ مثلاً باب "ماسقت السماء او سقی بغرب" کے آخر میں لکھتے ہیں:

"فيما بين مكة واليمن مواضع يزرعون فى السنة مرتين، قالوا! نزرع حين تسقط الثريا، فيحصدونه ويفرغون منه الى خمسة اشهر ونحوها، ثم يزرعون عند طلوع مرزم الجوز اء وهوا الشعرى، ويزرعون العلس وهو حنطة حب صغار فى اكمامه فى كل كمة حبتان ويزرعون المابية حب ايضاً صغار حنطة، ويزرعون السلت ، وهو شعير الا انه ابيض صغار وليس له

قشور، ومنه اخضر، ویزرعون الزرة وھو حب مثل الحنطةالا انه یؤکل کما یؤکل الارز، ومنھم من یخبزہ کمایخبزالا رزایضاً" (۴۵)

"مکہ اور یمن کے درمیان کچھ ایسے مقامات ہیں جہاں کے لوگ سال میں دو مرتبہ کاشت کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک فصل ثریا کے ڈوب جانے کے بعد بوتے ہیں اور تقریباً پانچ ماہ میں اس کی کٹائی وغیرہ سے فارغ ہوجاتے ہیں۔ اس کے بعد دوسری فصل مرزم جوزاء یعنی شعریٰ کے طلوع پر بوتے ہیں۔ اس میں علس، مابیہ، سلت اور زرہ کی کاشت کرتے ہیں۔ علس چھوٹے دانے کا گیہوں ہے جس کے ہر چھلکے میں دو دانے ہوتے ہیں۔ مابیہ بھی چھوٹے دانے کا گیہوں ہے۔ سلت چھوٹے دانے کا سفید جو ہوتا ہے جس میں چھلکا نہیں ہوتا۔ اس کی ایک قسم سبزی ہوتی ہے۔ اور ذرہ (مکئی) گیہوں کے مانند ایک دانہ ہے جو چاول کی طرح پکا کر کھایا جاتا ہے۔ بعض لوگ چاول کی روٹی کی طرح اس کی بھی روٹی بناتے ہیں۔

ابوعبید القاسم بن سلامؒ

ابوعبید القاسم بن سلامؒ نے "کتاب الاموال" میں زکواۃ، عشر، جزیہ اور معدنیات پر خمس کے بارے میں ان کی جزئیات تک بحث کی ہے۔ امام ابوعبید القاسمؒ فرماتے ہیں اہل عراق دراصل عشور (تجارت کے سامان پر چنگی) کو زکواۃ سے مشابہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ عشور کو زکواۃ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ زکواۃ تو سال گزرنے کے بعد وصول کی جاتی ہے جبکہ عشور نیا سامان درآمد و برآمد کرنے پر بغیر سال گزرے وصول کیا جاتا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سفیان کا قول سب سے زیادہ مبنی برعدل اور حضرت عمرؓ کے منشاء سے زیادہ مشابہ ہے (۴۶)

ابوعبید جزیہ اس معاوضہ کو کہتے ہیں جو ذمیوں سے طے شدہ شرائط کے مطابق وصول کیا جائے، اور جس کی وجہ سے ان کا قتل رک جاتا ہے اور ان کے اموال کی حرمت ہوجاتی ہے۔ آپ کے نزدیک جزیہ صرف بالغ مردوں سے لیا جائے گا۔ عورتوں اور بچوں سے نہیں لیا جائے گا (۴۷) ابوعبید جزیہ میں لی جانے والی رقم کی کوئی حد متعین نہیں کرتے وہ اس کے تعین کی ذمہ داری اسلامی حکومت کے سربراہ پر ڈالتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ

اس ضمن میں چند اصولوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔ مثلاً جزیہ ذمیوں کی طاقت برداشت کے مطابق مقرر کیا جائے (۴۸)

ابو عبیدؒ کے نزدیک حضرت عمرؓ نے جن زمینوں پر خراج لیا تھا وہ گویا زمین کا کرایہ تھا۔ آپ خراج کو زمین کے کرایہ سے مشابہ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ خراج ان زمینوں کی آمدنی کا نام ہے جو مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت (فئے) قرار پاتی ہیں۔ عموماً ان زمینوں پر وہی غیر مسلم لوگ کام کرتے ہیں جو پہلے سے وہاں آباد ہوتے ہیں۔ (۴۹)

ابوعبید اقطاعؒ (جاگیر) کے بارے میں کہتے ہیں " میرے نزدیک اقطاع انہی زمینوں میں جائز ہے جو غیر آباد اور بے کار ہوں یا پرانے زمانہ میں کاشت ہوچکنے کے بعد اب پھر غیر کاشت حالت میں باقی رہ گئیں ہوں اور ان پر کوئی آباد نہ رہا ہو۔ اور اس زمین کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار امام کو حاصل ہوجائے۔ نیز یہ لفظ ہر ایسی زمین پر بھی مشتمل ہے جسے کسی نے آباد نہ کیا ہو اور نہ وہ کسی مسلمان کی ملکیت میں ہو نہ معاھد کی (۵۰)

ابو عبید نے اپنے دور میں رائج ناپ تول کے پیمانوں مثلاً صاع، رطل وغیرہ کی مقدار کی تحقیق بھی کی ہے۔ انہوں نے کتاب الاموال کے باب ۴۷ میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

اس کے علاوہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ اور صحابہؓ کے متعدد ایسے خطوط اور خطبے نقل کیے ہیں جن سے معاشی نکات اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

قدامہ بن جعفر الکاتبؒ

قدامہ بن جعفر الکاتبؒ کی مشہور کتاب " الخراج وصناعۃ الکتابۃ " ہے۔ انہوں نے یہ کتاب اس وقت تحریر کی جب وہ محکمہ مال کے مختلف عہدوں پر تقریباً بیس سال تک کام کرچکے تھے۔ (۵۱) اس کتاب میں قدامہ نے مالی نظام پر بحث کرنے کے ساتھ ساتھ، ہر ضلع سے وصول ہونے والے مالیے کی رقم بھی تحریر کی ہے۔ سواد عراق کے مختلف علاقوں سے حاصل ہونے والی آمدنیوں کا مفصل گوشوارہ دیا ہے۔ کن کن اشیاء پر ٹیکس لگایا جاتا تھا اور مختلف شہروں سے ٹیکس کے طور پر کتنی رقم اور اشیاء وصول ہوتی تھیں۔ اس بارے میں قدامہ بن جعفرؒ نے کافی معلومات مہیا کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قدامہ بن جعفر نے عباسی

سلطنت کے ہر علاقہ کی دولت و ثروت کا ایک خوبصورت نقشہ کھینچا ہے۔(۵۲)

قدامہ بن جعفر نے، ابن خردازبہ کی کتاب المسالک والممالک ابو عبید کی کتاب الاموال ، اور یحی بن آدمؒ کی "کتاب الخراج" سے بھی استفادہ کیا ہے(۵۳)

انہوں نے جزیہ، خراج، فئے اور غنیمت وغیرہ مسائل پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ نیز ملکی سکوں کے بارے میں کافی معلومات دی ہیں۔

ابو محمد علی بن احمد ابن حزمؒ

ابو محمد علی بن احمد ابن حزمؒ نے کفالت عامہ کا ایک واضح اور جامع تصور پیش کیا ہے۔ بالخصوص ہنگامی حالات میں ابن حزم نے حاکم کو اختیار دیا ہے کہ اگر غریب طبقہ کی بنیادی ضروریات پوری نہ ہو رہی ہوں تو وہ ان محروم المعیشت افراد کی کفالت کیلئے جبراً بھی لے سکتا ہے۔(۵۴) وہ کہتے ہیں کہ ہر شخص کو ضروریات زندگی کم سے کم اس معیار کی فراہم ہونی چاہیے۔

(الف) غذا: ایسی غذا جو ان کی زندگی اور ضروریات کارکردگی کیلئے ناگزیر ہو۔

(ب) لباس: ایسا لباس جو کہ گرمی و سردی میں صحت و قوت کو برقرار رکھے۔

(ج) مکان: ایسا مکان جو بارش اور گرمی کے برے اثرات سے انہیں محفوظ رکھے اور راستوں پر چلنے والوں کی نظروں سے ان کی خلوت کی پردہ داری ہو سکے۔(۵۵)

گردش دولت جو قرآن کا منشاء ہے اور کسی ملک کی معاشی ترقی کیلئے ناگزیر ہے۔ اس کا واضح اور جامع تصور ابن حزمؒ کے افکار میں ملتا ہے۔ ابن حزم کا نظریہ یہ ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں مرتکز نہیں ہونی چاہیے بلکہ معاشرہ کے زیادہ سے زیادہ افراد میں تقسیم ہو۔ مثلاً غیر وارث اقارب کے سلسلے میں دیگر فقہاء وصیت کی فرضیت کو نہیں مانتے لیکن ابن حزم کا موقف یہ ہے کہ وصیت غیر وارث اقارب کے لئے فرض ہے۔ وصیت کنندہ کو چاہیے کہ اتنے مال میں وصیت کرے جس سے اس ثابت شدہ فریضے کی تکمیل ہو جائے۔ چونکہ ان کے نزدیک وصیت واجبہ کا ترک ظلم کے مترادف ہے اس لئے یہ کام حاکم یا قاضی کے سپرد ہو گا کہ وہ وصیت کے نافذ کی نگرانی کرے یا عدم وصیت کی صورت میں متاثرین کو ان کے حقوق دلائے۔(۵۶)

مصری حکومت نے ابن حزم کے اس نظریہ کی روشنی میں یتیم پوتے کی میراث کا قانون بنایا ہے۔ اس طرح مصری قانون نمبر ۱۷ مجریہ ۱۹۴۶ء کی دفعات نمبر ۷۶-۷۹، ابن حزمؒ کی کتاب "المحلی" سے ماخوذ نظر آتی ہیں۔

میت کے ترکہ میں سے جتنے حقوق وابستہ ہیں، ابن حزمؒ ان میں حقوق اللہ مثلاً حج اور کفارہ وغیرہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ خداوندی حقوق میت کی تجہیز و تکفین سے بھی مقدم ہیں(۵۷)

ترکہ کی تقسیم کے وقت اگر یتیم و مسکین جمع ہوں تو انہیں کچھ نہ کچھ دے دینا چاہیے۔ دیگر فقہاء یہی رائے رکھتے ہیں۔ لیکن ابن حزم کی رائے میں یہ عطیہ اختیاری نہیں بلکہ وجوبی ہے۔ لہذا اگر ورثاء دینے س ے انکار کریں تو حاکم ان سے جبراً دلائے۔ وہ کہتے ہیں کہ ترکہ کی مالیت اور حصص کے اعتبار سے حاکم، یتامیٰ ومساکین کے حصے کا تعین کرسکتا ہے۔(۵۸)

ابن حزمؒ کے معاشی افکار میں محنت کش طبقہ کے حقوق کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی چیرہ دستیوں اور مظالم سے مزدور کو محفوظ رکھنے کیلئے ابن حزم کے افکار میں بہت کشش ہے۔ مثلاً وہ دیگر فقہاء کی رائے کے برعکس اجیر مشترک اور اجیر خاص میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک دونوں سے نقصان ہونے کی صورت میں کسی قسم کا تاوان نہیں لیا جائے گا۔ ابن حزمؒ "المحلی" میں لکھتے ہیں:

ولا ضمان علی اجیر مشترک او غیر مشترک ولا علی صانع اصلا الا ماثبت انه تعدی فیه او اضاعه والقول فی کل ذلک مالم تقم علیه بینة قوله مع یمینه(۵۹)

"اور اجیر مشترک ہو یا خاص یا کاریگر ہو اس پر مال میں نقصان ہوجانے یا ہلاک ہوجانے سے کوئی تاوان نہیں آتا تاوقتیکہ اس کا ارادی قصور یا ضائع کردینا ثابت نہ ہو اور ان تمام امور میں جب تک اس کے خلاف گواہ موجود نہ ہوں اس اجیر کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ"

ابوحامد محمد بن محمد الغزالیؒ

ابوحامد محمد بن محمد الغزالی نے درج ذیل کتب میں معاشی موضوعات پر بحث کی ہے۔

(الف)	احیاء علوم الدین	بیروت: دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر
(ب)	میزان العمل	(تحقیق الدکتورسلیمان بدنیا) القاھرہ نشر دارالمعارف
(ج)	شفاء العلیل	بغداد، نشردار الارشاد
(د)	المستصفیٰ من علم الاصول	بیروت، نشرداراحیاء التراث العربی
(ر)	کتاب الاربعین فی اصول الدین	القاھرہ، نشر المکتبۃ التجاریۃ الکبری
(ز)	الاقتصاد فی الاعتقاد	بغداد، نشر دارالارشاد

امام غزالیؒ، انسان کی بنیادی ضروریات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وسبب کثرۃ الاشغال ھو ان الانسان مضطرالی ثلاث القوت والمسکن، والملبس(۶۰)

مزید لکھتے ہیں:

فالقوت للغذاء والبقاء والملبس لدفع الحر والبرد والمسکن لدفع الحر والبرد ولدفع اسباب الھلاک عن الاھل والمال(۶۱)

امام غزالیؒ پہلے مسلم ماہر معاشیات ہیں جنہوں نے بجٹ کا تخیل پیش کیا۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ آمدنی اور خرچ کی مدوں کا الگ الگ حساب رکھا جائے۔ وہ آمدنی کی مدوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے انہیں تین اقسام، حلال، حرام اور مشکوک میں تقسیم کرتے ہیں۔ وہ اخراجات میں بچت اور کمی کرنے پر بھی زور دیتے ہیں۔ اور واضح کرتے ہیں کہ خلیفہ عوام سے حاصل کردہ رقم کو ذاتی استعمال میں نہیں لاسکتا۔ بلکہ صرف مفاد عامہ کے کاموں پر ہی خرچ کرسکتا ہے۔(۶۲)

آپ نے احیاء علوم الدین میں معاشیات کے پانچ اصول پیش کئے ہیں جو آج بھی ہمارے انفرادی اور اجتماعی معاشی پروگرام کی اصلاح کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

مال کے اصل مقصود کو پہچانا جائے کہ یہ کس لئے تخلیق کیا گیا ہے اور اس کی حاجت کیوں ہوتی ہے(اس طرح انسان بقدر حاجت کسب معیشت کرے گا اور مال کو جمع کرنے کے لالچ سے محفوظ رہے گا۔

یہ کہ آمدنی کے ذریعہ کا خیال رکھے (اس طرح حرام مال سے بچے گا اور رزق حلال کی کوشش کرے گا۔

یہ کہ مقدار معیشت کو ملحوظ رکھے (یعنی مقدار حاجت کے مطابق اور حاجت تین چیزوں کی ہوتی ہے۔ روٹی، کپڑا اور مکان۔

خرچ کا لحاظ رکھے (یعنی فضول خرچی اور بخل سے پرہیز کرتے ہوئے اعتدال اور میانہ روی اختیار کرے۔

یہ کہ مال کے لینے اور چھوڑنے میں نیت درست رکھے (یعنی جو مال حاصل کرے اس میں نیت عبادت پر استقامت کی ہو، حرص دنیا کی نہ ہو۔ اور جو ترک کرے اس میں زہد اور مال کی حقارت کی ہو نہ کہ افسوس اور ملال کی ہو۔ (۶۳)

ابوالفضل جعفر ابن علی الدمشقیؒ

ابوالفضل جعفر ابن علی الدمشقیؒ نے اپنی کتاب "الاشارة الی محاسن التجارة" میں معاشی فکر پیش کیا ہے۔ مال کے خصائص بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"والاموال كلها نافعة لاهلها اذا دبرت كما يجب وبعضها افضل من بعض ، تختلف باختلاف احوال الزمان ، وبحكم ماهى عليه منه صفاتها المكروهة او المحبوبة واحوالها المحمودة اوالمذمومة" (٦٤)

ابوالفضل الدمشقی کی رائے یہ ہے کہ انسان کی حاجات بہت زیادہ ہیں اور ان کی تکمیل کیلئے اسے معاشی جدجہد کرنی پڑتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

؛ولما كان الانسان من بين سائرالحيوان كثيرالحاجات فبعضها ضرورية طبيعية وهى كونه محتاجاً الى منزل مبنى وثوب منسوج وغذا مصنوع. . . وحاجته عند المرض الى ادوية" (٦٥)

ان کا نظریہ یہ ہے کہ معاشی ضروریات کی تکمیل کیلئے ہر انسان دوسرے کا محتاج ہے۔ یعنی وہ تقسیم کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"وكل واحد من هذه الحاجات يحتاج الى انواع من الصناعات حتى تتكون ثم حتى تتم كما يفعل فى النبات وحاجته ان يزرع او يغرس ثم ينقى ثم يسقى ويربى ثم يحصد ثم يحتاج الى صناعة اخرى تكون تمام

الانتفاع به كحاجة القمح بعد حصاده الى الدرس، والغربلة، والتنقية والطحن والنخل والعجن والخبز ، حتى يصلح ان يتغذى به.... ولم يمكن الواحد من الناس لقصر عمره ان يتكلف جميع الصناعات كلها، وان كان فيه إحتمال لتعلم كثير منها فليس يقدر على جمعها كلها البتة (ابداً)حتى يحيط بها من اولها الى آخرهاعلما ، ولان الصناعات مضمومة بعضها الى بعض كالبناء يحتاج الى النجار، والنجار يحتاج الى الحداد، وصناع الحديد يحتاجون الى صناعة اصحاب المعادن؟ وتلك الصناعات تحتاج الى البناء . فاحتاج الناس لهذه العلة الى اتخاذ المدن والاجتماع فيها ليعين بعضهم بعضاً لما لزمتهم الحاجة الى بعضهم بعضاً" (٦٦)

عبدالرحمن بن محمد، ابن خلدونؒ

عبدالرحمن بن محمد، ابن خلدونؒ کی تصانیف میں "مقدمہ ابن خلدون" کو ایک نمایاں اور منفرد مقام حاصل ہے۔ یہ تاریخ کی بجائے تاریخ کے فلسفہ پر مشتمل ہے۔ ابن خلدون نے مقدمہ کے پانچویں باب میں بتیس(۳۲)طویل فصول صرف "المعاش" کے لئے مخصوص کی ہیں۔

تمام مسلم ماہرین معاشیات میں ابن خلدون کا مقام اس لحاظ سے بڑھ جاتا ہے کہ انہوں نے جدید معاشیات کے اہم موضوعات پر بھی بحث کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود مغربی مفکرین نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ ابن خلدون کا کام ہیوم(Hume)، لاک(Locke)ایڈم سمتھ(Adam Smith) اور کارل مارکس (Carl Marks) سے زیادہ بہتر ہے(٦٧) ابن خلدون کے بعض نظریات اس قدر ترقی یافتہ ہیں کہ اگر ان کا شمار معاشیات کے بانیوں میں کیا جائے تو یہ غلط نہ ہوگا۔ معاشیات کے موضوع پر ابن خلدون کی بحثیں اس قدر جامع اور پر مغز ہیں کہ جدید دور کے ماہرین معاشیات ان کے تلامذہ نظر آتے ہیں۔ ابن خلدون نے جدید معاشیات کے جن موضوعات پر بحث کی ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) معاشیات کی تعریف اور نفس مضمون (Definition and Subject matter of Economics)

(۲) معاشیات کا دوسرے سائنسی مضامین سے تعلق (The relation of economics to other sciences)

(۳) دولت اور اس کے معاشرتی وانفرادی پہلو (Wealth and its social and idividual aspects)

(۴)	حصول دولت	(Acquisition of wealth)
(۵)	روپیہ اور کی خصوصیات	(Money and its characteristics)
(۶)	آزادانہ تجارت اور معاشی تجارت	(Free goods and economic goods)
(۷)	طلب ورسد کی قوتیں اور قیمتوں پر ان کے اثرات	(Forces of demand and supply and) their effects on prices)
(۸)	قیمتوں، محنت اور قدر کا باہمی انحصار	(Interdependence of prices, labour and value)
(۹)	پیداوری اور غیر پیداواری پیشے	(Productive and unproductive) occupations)
(۱۰)	آبادی پر اثرانداز ہونے والے معاشی عوامل	(Economic Factors affecting the size of) population)
(۱۱)	ظلم واستبداد کے معاشی نتائج	(Economic consequences of opresssion)
(۱۲)	معاشی ترقی کے مراحل	(Stages of economic development)
(۱۳)	دیہاتی اور شہری معاشی نظام(	(Rural and urban economic systems
(۱۴)	ریاست کی قسمیں اور اس کے معاشی فرائض(	(Kinds and economic functions of the state.
(۱۵)	ٹیکسوں کی شرحیں	(Rates of taxation)
(۱۶)	عوام کے خرچ کرنے کے معاشی فوائد	(Economic benefits of public expenditure)
(۱۷)	شہروں میں قیمتیں	(Prices in Towns)
(۱۸)	صنعتوں کی تحدید	(Localization of industries)
(۱۹)	روزی کمانے کے مختلف ذرائع	(Various means of earning Livelihood)
(۲۰)	تجارت اور اس کی قسمیں	(Trade and its kinds)(۶۸)
(۲۱)	برآمدات اور درآمدات	Exports and imports)
(۲۲)	ذخیرہ اندوزی اور اجارہ داری	Hoarding and monopoly)
(۲۳)	فنی تعلیم	(Technical Education)
(۲۴)	صنعتوں کی ترقی اور زوال کی وجوہات اور اس دور کی بڑی صنعتیں(۶۸)	(Reasons for the development anddecay) of industries and main industries of the Time.)

ابن خلدونؒ نے "مقدمہ" میں قیمتوں (Prices) کو متاثر کرنے والے اسباب پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ وہ اس ضمن میں تین باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قیمتوں کو متاثر کرنے والی پہلی چیز حکومت کی پالیسی ہے۔ مثلاً اشیاء پر بھاری ٹیکس عائد ہونے کی وجہ سے قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کے نزدیک معاشرتی اسباب بھی قیمتوں کو متاثر کرتے ہیں۔ قدرتی اسباب بھی زمین کی قیمت کو متاثر کرتے ہیں۔ زمین کی گھٹتی ہوئی زرخیزی کی وجہ سے جو نقصان ہوتا ہے اس کی تلافی کرنا یا زرخیزی کو برقرار رکھنے کیلئے مختلف مصنوعی طریقوں کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اس سے مصارف میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اور اس کے نتیجے میں قیمتیں بھی متاثر ہوتی ہیں۔

مہنگائی کے اسباب بیان کرتے ہوئے ابن خلدون نے (Speculation) ذخیرہ اندوزی پر بھی بحث کی ہے۔ ابن خلدون کے نزدیک اشیاء جو ضروریات زندگی کی حیثیت رکھتی ہیں ان کا ذخیرہ اس نیت سے کرنا کہ بعد ازاں انہیں مہنگے داموں فروخت کیا جائے گا، ایک قسم کا استحصال ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے قیمتوں میں تغیرات پیدا ہوتے ہیں۔(۶۹)

ابن خلدون نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ ٹیکس کی شرح ہلکی ہو تو آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی ملک یا حکومت عروج سے ہمکنار ہوتی ہے تو اس کا خزانہ لبالب بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ٹیکس کی شرح کم ہوتی ہے اور خوشحال لوگ شوق سے ٹیکس ادا کرتے ہیں اور پوری قوم خوشحالی میں حصہ دار ہوتی ہے لیکن جب حکمران نااہل ہونے لگتے ہیں اور ان کے فضول اخراجات بڑھ جاتے ہیں تو خزانے پر بوجھ پڑنا شروع ہوتا ہے اور وہ خالی ہونے لگتا ہے۔ اس صورتحال سے پریشان ہو کر حکمران مشورے کرتے ہیں کہ خزانے کو کس طرح آباد کیا جائے اس کا جواب بالعموم یہ ملتا ہے کہ ٹیکس بڑھادیئے جائیں۔ اس طرح حکومتیں رفتہ رفتہ ٹیکس بڑھانے لگتی ہیں۔ ٹیکسوں میں اضافے سے لوگ پریشان ہوجاتے ہیں۔ بڑھے ہوئے ٹیکسوں کی ادائیگی مشکل ہوجاتی ہے۔ چنانچہ ٹیکسوں کی چوری شروع ہوتی ہے۔ لوگ اپنی آمدنی چھپاتے ہیں اور ایسے حیلے بہانے اختیار کرتے ہیں کہ ٹیکس ادا نہ کرنے پڑیں۔ کیونکہ یہ ٹیکس ان کی سکت سے زیادہ ہوتے ہیں۔ جب خزانہ پھر بھی خالی رہتا ہے تو حکمران ٹیکسوں میں اور زیادہ اضافہ کردیتے ہیں۔ اس طرح ٹیکسوں کی چوری اور محصول وصول کرنے والوں میں رشوت بڑھنی شروع ہوجاتی ہے۔ اور ایک خوشحال سلطنت غریب اور رفتہ رفتہ دیوالیہ ہوجاتی ہے۔

ابن خلدونؒ مثالیں دے کر دلائل کے ساتھ یہ ثابت کرتے ہیں کہ ٹیکس جتنے حقیقت پسندانہ اور عوام کی آمدنی کے مطابق ہوں گے اتنے ہی زیادہ وصول ہوں گے اور خزانہ کبھی خالی نہیں رہے گا۔ لیکن ٹیکس جس قدر غیر حقیقت پسندانہ اور لوگوں کی آمدنی اور استطاعت سے بڑھ جائیں گے ان کی وصولی اتنی ہی کم ہوجائے گی۔ اور ٹیکس چوری ایسی خرابیاں پیدا کرے گی کہ قوم کرپٹ ہوجائے گی۔ لوگ رشوت دیں گے اور حکام وصول کریں گے۔ لیکن ملک کے خزانے میں کچھ نہیں آئے گا(۷۰)

ابن خلدونؒ کا ٹیکس کا یہ فلسفہ اس قدر بنیادی انسانی مزاج اور طبیعتوں کے مطابق ہے کہ اس پر وقت کا کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ انسانوں کے بنیادی مسائل اور مزاج میں کبھی فرق نہیں پڑتا۔ ان کے علاج اور حل میں ترقی ہوتی رہتی ہے لیکن انسانی فطرت جوں کی توں رہتی ہے۔ یہ بات صدیوں پہلے بھی اتنی ہی سچی تھی جتنی آج ہے اور جتنی کل ہوگی۔

آج مملکت خداداد پاکستان میں جتنے ٹیکس بڑھتے جارہے ہیں اتنی ہی چوری بھی بڑھتی جارہی ہے اور ٹیکس چھپانے کیلئے کرپشن بھی ہر سطح پر بڑھتی جارہی ہے۔ عام حالات میں آسان شرح کے ساتھ جتنے ٹیکس وصول ہوسکتے ہیں۔ بہت زیادہ بڑھی ہوئی شرح کے باوجود اتنے بھی وصول نہیں ہورہے۔

حوالہ جات

۱۔ اگرچہ بعض مصنفین نے ابن خلدون (۸۰۸ھ) کے معاشی فکر کا اعتراف کیا ہے۔ مثال کے طور پر سپینگلر (Spengler) نے اپنے ایک تحقیقی مقالہ میں ابن خلدون کے معاشی تصورات پر بحث کی ہے۔ مقالہ کا عنوان یہ ہے۔
"Economic thought of Islam - Ibn Khaldun, Comparative studies in socicty and history".
یہ مقالہ ۱۹۶۴ء میں شائع ہوچکا ہے۔ اس مقالہ میں مستشرقین کے رویہ کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ کیونکہ اس نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلم علماء کے افکار پر یونانی فلاسفہ کے اثرات ملتے ہیں۔ تاہم یہ ایک قابل قدر کوشش ہے۔ اس مقالہ کی اشاعت سے یہ حقیقت تو واضح ہوگئی ہے کہ مؤرخین نے معاشی نظریات کی تاریخ بیان کرتے ہوئے مسلم علماء کے کام کو نظرانداز ضرور کیا ہے۔ سپینگلر(Spengler) نے ابن خلدون کے کام کا جائزہ لینے سے پہلے جن دیگر مسلم کے معاشی افکار پر مختصر بحث کی ہے۔ ان میں یہ نام نمایاں ہیں۔ ابو نصر محمد الفارابی(م ۳۳۹ھ/۹۵۰ء) ابوعلی الحسین بن عبداللہ، ابن سینا (م ۴۲۸ھ/۱۰۳۷ء) ابوحامد محمد بن الغزالی(م ۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء) ابوبکر محمد ابن یحیٰ، ابن باجہ(م ۵۳۳ھ/۱۱۳۸ء) ابوالفضل جعفر بن علی الدمشقی(م چھٹی صدی ہجری/بارہویں صدی عیسوی) ابوالولید محمد بن احمد، ابن رشد(م ۵۹۵ھ/۱۱۹۸ء) محمد بن حسن طوسی (م ۶۷۳ھ/۱۲۷۴ء)، محمد بن محمد ابن الاخوۃ(م ۷۲۹ھ/۱۳۲۹ء)

سپینگلر(Spengler) نے مسلم علماء کے جن نظریات پر بحث کی ہے وہ درج ذیل موضوعات سے متعلق ہیں۔ محاصل(Taxation)، سود(Interest)، اجرتیں (Wages)، قیمتیں(Prices)، تقسیم کار(Division of labour)، دولت بطور مبادلہ کا ذریعہ(Money as medium of exchange)، سکے(Coinage)، قیمت کا اتار چڑھاؤ(Price fluctuations) وغیرہ دیکھئے Mirakhor, Abbas Dr.,The Muslim Scholars and the History of Economics= A need for consideration. The American Journal of Islamic social sciences. vol.4, No.2 1987/249,250.

۲۔ Schumpeter, Joseph.A., History of Economic Analysis. Newyork, Oxford University press. fifth printing 1963/74

۳۔ معروف مؤرخین معاشیات نے معاشی فکر کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ابو یوسف اور ابن خلدون ایسے ماہرین معاشیات کو بھی کوئی جگہ نہیں دی۔ شمپیٹر(Schumpeter) نے اگرچہ اپنی کتاب میں ابن خلدون کا ذکر کیا ہے لیکن وہ صرف ایک عالم عمرانیات اور مؤرخ کی حیثیت سے ہے۔ دیکھئے
(Schumpeter, History of Economic Analysis/788)
ابن خلدون کے معاشی فکر و تجزیے سے یہ مستند مؤرخ معاشیات بھی آگاہ نہیں ہے۔

۴۔ اس وقت ہمارے سامنے ایک عرب مصنف ابراہیم کبہ کی کتاب " دراسات فی تاریخ الاقتصاد والفکر الاقتصادی" ہے۔ یہ کتاب بغداد، مطبعۃ الارشاد سے ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی۔ یہ پانچ سو ساٹھ صفحات کی کتاب ہے۔ اور اس میں مسلم علماء کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا گیا۔

۵۔ تفصیل کیلئے دیکھئے

العوضی ، رفعت السید الدکتور، رؤیة فی منہج الاقتصاد الوضعی کلیة الشریعة والدراسات الاسلامیة، جامعة قطر، العدد الثانی ۱۹۸۴ م

۶۔ ممتاز مسلم ماہر معاشیات ڈاکٹر رفیق احمد (سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور، نے ایک فکر انگیز مقالہ انگریزی زبان میں تحریر کیا ہے۔ ہم نے یہاں اس مقالہ سے استفادہ کیا ہے۔ دیکھئے Ahmad, Rafiq., The origin of Economics and the Muslims - A preliminary survey (Journal , The punjab university Economist. Lahore, university of the punjab.) p.19 , 20

۷۔ Ibid/33

۸۔ نجات اللہ صدیقی، ڈاکٹر، امام ابو یوسف کا معاشی فکر، ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، شمارہ اگست ۱۹۶۴ء۔

۹۔ اس کتاب کے مصنف الشیزری، الملک الناصر سلطان صلاح الدین الایوبی کے ہمعصر تھے۔ دونوں کا سال وفات ایک ہی ہے۔ مصنف نے یہ کتاب تحریر کرکے سلطان کی خدمت میں پیش کی تھی۔ دیکھیے
الشیزری ، عبدالرحمن بن نصر، کتاب نهایة الرتبة فی طلب الحسبة (تحقیق السید الباز العرینی) بیروت . دارا الثقافة مقدمة الناشر.
ایضاً کتاب النهج السلوک فی سیاسة الملوک القاهرة، مطبعة الظاهر ۱۳۲۶ھ/۱۳

۱۰. یہ واحد عالم فلاحت ہے جسے ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں قابل حوالہ سمجھاہے . دیکھیے
ابن خلدون ، عبدالرحمن بن محمد، مقدمه، مصر ، مطبعة التجارية مصطفى محمد صاحب المكتبة ج:۲ باب:٦ فصل : ۲۰ (علم نباتات)

۱۱. ابویوسف ، یعقوب بن ابراهیم ، کتاب الخراج ، بولاق، ۱۳۰۲ھ/ خلاصه صفحات ۲۵ تا۲۹

۱۲. طبری ، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، (تحقیق ابوالفضل محمد ابراہیم) القاهره، دارالمعارف ج:۴ ص:۲۰۱

۱۳. ابویوسف ، الخراج ص:۱۲۴.۱۲۵

۱۴. ایضاً/۱۴۵

۱۵. علی المتقی، علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین ، کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال ، بیروت ، مؤسسة الرسالة الطبعة الخامسة ۱۴۰۵ھ ص:۵۴۹تا۵۸۷

۱۶. المقریزی، تقی الدین احمد بن علی بن عبدالقادر، کتاب النقود الاسلامية، المسمی" بشذور العقود فی ذکر النقود (تحقیق : محمد السید علی بحرالعلوم) قم: منشورات الشریف الرضی، الطبعة الخامسة ۱۳۸۷ھ/۸

۱۷. دنوزطه، عبدالواحد صور سیاسة الحجاج الثقفی المالية فی العراق . مجلة المورد (تصدرهاوزارة الاعلام الجمهورية العراقية) اعدد الثالث ۱۳۹۶ھ/۲۵

١٨. النقشبندی ، السید ناصر محمود الدرهم الاسلامی المضروب علی الطرار الساسانی بغداد ، المجمع العلمی العراقی ١٣٨٩هـ/ ٣٨.٤٠
١٩. الشریف الرضی، محمد بن الحسین. نهج البلاغة(مع شرح الشیخ محمد عبده) بیروت دارالمعرفة٣/٩٦
٢٠. ایضاً:٩٣
٢١. ابویوسف ، الخراج/٩٥
٢٢. ابن سعد، ابوعبدالله ابن سعد، الطبقات الکبری ، بیروت ، دار صادر للطباعة والنشر١٣٧٧هـ٣/٢٨
٢٣. الشریف الرضی، نهج البلاغة٢/١٩٨.١٩٩
٢٤. ابویوسف ، الخراج/٩٣
٢٥. ابویوسف ، الخراج/١٤٢
٢٦. ابن سعد، طبقات ،٥/٣٥٦
٢٧. ابویوسف ، الخراج/١٢٩
٢٨. ابن سعد،طبقات ٥/٣٨٣
٢٩. ابن سعد، طبقات ٥/٣٩٢
٣٠. ایضاً٥/٣٨٠
٣١. ابوزهره ، محمد بن احمد . ابوحنیفة حیاته وعصره . آراؤه وفقهه(مترجم غلام احمد حریری) فیصل آباد، ملک سنز/ خلاصه صفحات ٦١٠تا٦١٣
٣٢. ایضاً ٦١٧.٦١٨
٣٣. ابویوسف ، الخراج/٥١
٣٤. ابویوسف ، الخراج/٥٢
٣٥. ابویوسف ، الخراج/٥٢
٣٦. ابویوسف ، الخراج/٥٣
٣٧. الشیبانی، محمد بن الحسن الاکتساب فی الرزق المستطاب، دمشق مطبعة الانوار، ١٩٣٨م/٣٢
٣٨. ایضا/٣٤
٣٩. ایضاً/٣٧
٤٠. ایضاً/٤٦.٤٧
٤١. ایضاً/٦٣
٤٢. ایضاً/٦٥
٤٣. ایضاً/٧٥.٧٦

۴۴. یحی بن آدم القریشی، کتاب الخراج(تصحیح وتعلیق ، احمد محمد شاکر)لاہور ، المکتبة العلمیة طبع ۱۳۹۵ھ/۱۳۶

۴۵. یحیٰ ، الخراج/۱۴۷

۴۶. ابوعبید، القاسم بن سلام، کتاب الاموال (مترجم عبدالرحمن طاہر سورتی)۲/۳۰۴

۴۷. ایضاً ۱/۱۵۷

۴۸. ایضاًس۱۶۲

۴۹. ایضاً/۲۰۲

۵۰. ایضاً/۴۱۹

۵۱. رفاعی ، طلال جمیل الدکتور، مقدمه، المنزلة الخامسة من کتاب الخراج وصنعة الکتابة مکة المکرمة، مکتبة الطالب الجامعی، الطباعة الاولی ۱۴۰۷ھ/۱۳

۵۲. دیکھئے ، قدامة بن جعفر الکاتب، نبذ من کتاب الخراج وصنعة الکتابة لیدن ، مطبع بریل ۱۳۰۶ھ

۵۳. الزبیدی ، محمد حسین . شرح وتحقیق کتاب الخراج وصناعة الکتابة بغداد، وزارة الثقافة والاعلام ، الطبعة الاولی۱۹۸۱/۱۲

۵۴. ابن حزم ، ابو محمد علی بن احمد بن سعید، المحلی(تحقیق لجنة احیاء التراث العربی) بیروت ، منشورات دارالافاق الجدیدة۶/۱۵۶

۵۵. ایضاً

۵۶. ایضاً۹/۳۱۶

۵۷. ایضاً ۹/۲۵۳

۵۸. ایضاً، ۳۱۰، ۳۱۱

۵۹. ایضاً ۸/۲۰۱

۶۰. الغزالی، ابوحامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین ، بیروت ، دارالمعرفة للطباعة والنشر۳/۲۲۵

۶۱. ایضاً

۶۲. الغزالی، ابوحامد محمدبن محمد، میزان العمل،(تحقیق ، الدکتور سلیمان بدنیا)القاهرة ، نشر دارالمعارف۱۴۲

۶۳. الغزالی ، احیاء علوم الدین جلد سوم

۶۴. ابوالفضل الدمشقی، جعفر بن علی، الاشارة الی محاسن التجارة (تحقیق البشری الشور بجیی) القاهرة ، مکتبة الکلیات الازهریة ۱۹۷۷ء/۱۹

۶۵. ایضاً/ ۲۰

٦٦. ابوالفضل الدمشقی، الاشارة/ ٢١

٦٧. Enan M.A. ؛ Ibn khaldun ؛ His life and work. Lahore, Sh.M.Ashraf, 1946 reprint/94y

٦٨. ابن خلدون ، مقدمه، الباب الخامس من الکتاب الاول، تلخیص صفحات ٣٨٠تا٣٢٨(مطبوعه، مصر. مطبعة مصطفی محمد، المکتبة التجاریة)

٦٩. ابن خلدون ، مقدمه ، الباب الرابع من الکتاب الاول، الفصل الثانی عشر" فی اسعار المدن" تلخیص صفحات ٣٦٢تا٣٦٤

٧٠. ابن خلدون ، مقدمه الباب الثالث من الکتاب الاول، الفصل الثامن والثلاثون فی الجبایة وسبب قلتها وکثرتها.٢٧٩. ٢٨٠